بسم اللہ الرحمن الرحیم

صحیفۂ والدین

نگارش

نور محمد ثالثی

https://downloadshiabooks.com/

مشخصات کتاب

کتاب	:	صحیفۂ والدین
نگارش	:	نور محمد ثالثی
نظر ثانی	:	حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا علی مہدی اعظمی صاحب
سیٹنگ	:	حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید علی عباس کراروی
ناشر	:	خانوادۂ غفور حسین مرحوم

https://downloadshiabooks.com/

التماس سورۂ فاتحہ برائے

جناب غفور حسین مرحوم واہلیہ مرحومہ

جناب عمران احمد مرحوم وصابرہ خاتون مرحومہ

جناب سلطان احمد مرحوم ومصطفائی بانو مرحومہ

جناب عرفان احمد مرحوم وملیکہ بانو مرحومہ

https://downloadshiabooks.com/

انتساب

حضرت سید الساجدین زین العابدین امام المومنین علی بن الحسین علیہ السلام کے والدین طیبین **حضرت بی بی شہر بانو اور حضرت امام حسین** علیہ السلام کے نام۔

خداوند متعال ان دونوں ذوات مقدسہ کے صدقہ میں ہمارے والدین کی خطاؤں کو درگذر فرمائے۔ آمین

ثالثی

https://downloadshiabooks.com/

فہرست مضامین

تمہید 9

ایک غلط فہمی کا ازالہ 13

خالقِ صحیفہ سجادیہ 14

راوی صحیفہ کون؟ 17

ابن سکون کے مروی کون؟ 18

بزم تبراء شہر بغداد میں 18

امام زمانؑ اور صحیفۂ سجادیہ 20

شہید یحییٰ بن زیدؑ 22

مقابلۂ نسخ واملاء 23

صحیفۂ سجادیہ کے اسماء 24

زید شہیدؑ 25

نعرۂ الرضا لآل محمد کی وجہ 27

راویِ صحیفہ، شیبانی کون تھے؟ 28

شروح صحیفہ پر سرسری نظر 31

https://downloadshiabooks.com/

صحیفۂ سجادیہ متواتر ہے 32

دو عادل گواہ 33

ایک سوال 33

کیوں ابوین؟ 34

فرزدق اور ہشام ملعون 38

وجہ اختصاص 40

باپ سے بڑھ کر 42

لاجواب اشکال 66

اتنی عظمت کیوں؟ 69

راز و رمز تخلیق 70

زیادہ تلخ و شیرین 72

سخت و سیاہ چٹان 73

بوڑھے ہو جائیں اس کا کیا مطلب ہے؟ 77

باپ مانند چچا 78

سورۂ قلاقل 78

مردہ ماں باپ کا عاق بیٹا 80

https://downloadshiabooks.com/

عاق، بار بن سکتا ہے.......... 82

معمولی عقوق کا بیان 82

والدین کی دعا.......... 88

اولاد کا گریہ.......... 90

بغیر ان شاء اللہ 94

شکرانۂ خدا و والدین.......... 97

شرک در شکر کی وجہ 98

واجبات میں رخصت 100

مردود الدعاءِ 102

تلاوت قرآن اور والدین 103

والدین کے خلاف گواہی 104

والدین کی تعظیم 110

مسموع دعا 111

خیر کثیر 115

باپ کے ہم پلہ 143

دوسرا ہم پلہ 144

https://downloadshiabooks.com/

عبادت کی چوٹی 145

غور و فکر کا محل 149

جعلیات پر دو تبصرہ 169

صلۂ رحم کا ایک طریقہ 173

تاریخ بشریت کی سب سے پاور فل ماں 176

تبرا۔ رسالت پناہ 194

https://downloadshiabooks.com/

تمہید

مقدمہ ٔکلام میں صحیفہ ٔسجادیہ کے حوالے سے کچھ گفتگو ہونی چاہیئے صحیفہ ٔ سجادیہ دعاؤں اورراز و نیاز کا مجموعہ " **انجیل اهل بیت**علیہم السلام" اور "**زبور آل محمد**صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے حضرت امام سجاد علیہ السلام مختلف مناسبتوں اور ایام ولیالی میں خدا سے راز و نیاز فرمایا کرتے تھے جسے آپ نے اپنے دونوں فرزند جناب امام محمد باقرؑ اور جناب زید شہیدؑ کو املاء فرمایا ہے اور دونوں بزرگواروں نے ان دعاؤں کو تحریر فرمایا ہے جس وقت حضرت امام سجاد املاء فرما رہے تھے حضرت امام جعفر صادقؑ کمسن تھے مگر واقعہ کے چشم دید گواہ تھے جس کا تذکرہ خود مقدمہ ٔصحیفہ میں موجود ہے۔

حضرت امام محمد باقرؑ کی دستنویس صحیفہ کی دعائیں امام جعفر صادقؑ کو میراث میں حاصل ہوئیں جبکہ جناب زید شہیدؑ نے اپنی تحریر کردہ دعاؤں کا مجموعہ اپنے بہادر لال جناب یحییٰ کو سونپا اور جناب یحییٰ نے شہادت سے قبل یہ عظیم و قیمتی سرمایہ ایک مرد مومن متوکل بن ہارون کے سپرد کیا جنھوں نے اس امانت کو جناب عبد اللہ المحض حسنی کے فرزندوں محمد و ابراہیم کے سپرد کیا اور پھر یہ صحیفہ دست بدست ہوتا ہوا ہم تک پہنچا ہے لیکن بظاہر حضرت امام محمد باقرؑ کی تحریر کردہ دعاؤں کا

https://downloadshiabooks.com/

مجموعہ کے حضرات ائمہ طاہرینؑ یکے بعد دیگرے وارث ہوتے رہے ہیں اور اس وقت وہ صحیفہ حضرت حجۃ اللہ، سربراہ افلاک، حضرت امام مہدیؑ کے پاس ہے۔

صحیفۂ سجادیہ علمی دنیا میں اور شیعیت کے قلمرو میں تیسری عظیم ترین کتاب شمار کی جاتی ہے پہلی سب سے اہم کتاب، خدا کی کتاب، قرآن مجید ہے اور دوسری اہم کتاب مجموعۂ خطبات و مکتوبات اور کلمات قصار یعنی نہج البلاغہ ہے جبکہ تیسری اہم کتاب صحیفۂ مبارکہ سجادیہ ہے اور یہ تینوں کتابیں حیاتِ بشریت کی تنظیم و تنسیق اور خدا پسند زندگی بسر کرنے کے لئے بہترین دستور حیات ہیں نہج البلاغہ اور صحیفۂ سجادیہ، وہ کلام لا زوال ہیں جن کے لئے یہ کہا گیا ہے کہ **فوق کلام المخلوق و دون کلام الخالق** "یعنی ساری خلائق کے کلام سے برتر اور خالق کے کلام سے کمتر ہے" اور کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ "**اذا اردت ان یکلّمك اللہ تعالیٰ فاقرا القرآن**" اگر تم چاہتے ہو کہ خداوند متعال براہ راست تم سے ہم کلام ہو جائے تو قرآن کی قرائت کرو" **و اذا اردت ان تکلّمه فاقرأ الصحیفة السجادیة**" اور اگر تم خدا سے براہ راست بات کرنا چاہتے ہو تو صحیفۂ سجادیہ کی تلاوت کرو۔

ان دعاؤں اور راز و نیاز با خدا کے علاوہ خود حضرت امام سید الساجدین علیہ السلام اس قدر یاد و ذکر خدا میں غرق رہتے تھے کہ آپ کو "**شاعر اللہ**" خدا کا

https://downloadshiabooks.com/

باشعور شاعر کہا گیا حبّ الٰہی اور عبادت پروردگار میں آپ نے اس قدر سعی و تلاش کی ہے کہ اپنے پرائے سب سید الساجدین، زین العابدین، سجاد، ذوالثفنات جیسے القاب سے یاد کرتے تھے اور قیامت تک یہ عنوان زین العابدین، سید الساجدین آپ کی ذات سے معنون و مختص ہو کر رہ گیا ہے اور حق بجانب آپ "شاعر اللہ" ہیں کیونکہ آپ کے سارے کلام، قصیدے، مدائح اور سب حمد و ثناء خدا کے لئے ہیں اور گویا آپ ہمہ تن بارگاہ خداوندی میں کھڑے ہو کر اس کی مدح و ثنا کر رہے ہیں آپ کی عبادت و دعاؤں کے باعث تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ آپ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عبادت گذار بندۂ خدا تھے جب آپ کی کنیز سے آپ کی عبادت کے بارے میں سوال ہوا تو اس نے برجستہ کہہ دیا کہ میرے اس کلام سے امام کی عبادتوں کا اندازہ کر لو کہ " ما اتیته بطعامٍ نهار اًقطّ وما فرشت له فراشاً بليلٍ قط "[1] میں نے حضرت امام سجادؑ کے لئے کبھی دن میں کھانا نہیں لگایا کیونکہ وہ مسلسل روزہ رکھا کرتے تھے اور کسی رات میں نے آپ کے لئے بستر نہیں لگایا کیونکہ آپ رات رات بھر عبادت کیا کرتے تھے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی فقہ میں بصیرت و برتری کا اعتراف اس زمانہ کے تمام دانشوروں کو تھا چاہے وہ مذاہب اربعہ کے امام مالک ہوں

1۔ کتاب الخصال للشیخ الصدوق: ص۴۸۸۔

https://downloadshiabooks.com/

یا امام شافعی وغیرہ نیز سفیان ثوری وسفیان بن عیینہ کے کلمات بھی امام سجادؑ کی مدح و ستائش میں دیکھے جاسکتے ہیں اس کے علاوہ امام سجاد علیہ السلام کے ہم عصر حکام بنی امیہ نہ چاہتے ہوئے بھی امام کی عظمتوں کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوئے ہیں عبد الملک بن مروان حضرت امام سجادؑ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے "ولقد اُوتیتَ من العلم والدین والورع مالم یوته احد مثلك قبلك الا من مضیٰ من سلفك" جتنا علم و دانش، دین وشریعت اور تقویٰ و پرہیز گاری میں حصہ آپ کو ملا ہے اتنا تو آپ کے مانند کسی کو نہیں ملا ہے نہ آج کے زمانہ میں نہ آج سے پہلے کسی فرد کو سوائے انھیں لوگوں کے جو آپ کے گھرانے کے عظیم اسلاف تھے "عبد الملک مروان کا اشارہ حضرات ائمہ اہل بیتؑ اور رسول خداؐ کی طرف ہے عبد الملک کو ہاشمی چشم و چراغ حضرت امام سجادؑ کی صرف علم و دانش میں برتری کا اعتراف نہیں ہے بلکہ تقویٰ و پرہیز گاری اور دین وشریعت میں فقہ و بصیرت کا بھی اعتراف کرتا ہے اور صرف حضرت امام سجادؑ کو ہی نہیں بلکہ خاندانِ اہل بیتؑ کی تمام عظیم ہستیوں کی عظمتوں، قداستوں اور فضیلتوں کا اعتراف ہے۔

اموی سلاطین میں قدرے نرم رویہ رکھنے والا اور علیؑ و بتولؑ کے بیٹوں کو مظلوم سمجھنے والا پانچواں حکمران عمر بن عبد العزیز بھی حضرت امام سجادؑ کے جملہ اوصاف و کمالات کا معترف ہوتا ہے مگر زبانی جمع خرچ اور ہے عمل کی دنیا میں ہاشمی خاندان کی برتری ماننا اور ہے، بہر حال وہ امام سجادؑ کے بارے میں کہتا ہے "سراج

https://downloadshiabooks.com/

الدنیا و جمال الاسلام زین العابدین" ساری دنیا کے لئے چراغ اور اسلام کی رونق و جمال، حضرت امام زین العابدینؑ ہیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض نادانی میں یہ کہہ دیتے ہیں کہ حضرت امام سجادؑ کا زمانہ بڑا پر آشوب تھا اور شیعوں پر خوف طاری تھا اور حضرت امام سجادؑ کی جان کو خطرہ تھا لہذا امامؑ نے اپنی جان محفوظ رکھنے کے لئے ہدایت گری اور تبلیغ شریعت و ولایت کی خاطر دعا کا شیوہ اختیار کیا دوسرے لفظوں میں امامؑ کھل کر تبلیغ دین نہیں کر سکتے تھے لہذا راز و نیاز اور دعاؤں کا سہارا لیا اس کلام میں در حقیقت امام سجادؑ کی توہین کا پہلو پوشیدہ ہے گویا امام سجادؑ ڈر رہے تھے اور بے خوف ہو کر تبلیغ نہیں کر سکتے تھے تو دعاؤں کے قالب میں شریعت و دین کی باتیں پہنچائی ہیں؟

یہ تصور سراسر غلط ہے یہ صحیح ہے کہ امام سجادؑ کا زمانہ شیعوں کے لئے بڑا دشوار اور سخت زمانہ تھا لیکن امام سجادؑ، علیؑ شیر خدا کے پوتے اور شہید کربلاء کے لال تھے نیز امام معصوم اشجع الناس ہوتا ہے مصلحتاً خاموشی اور بات ہے لیکن ہمارا کوئی امام معصوم ڈرپوک نہیں رہا ہے اور نہ ہو سکتا ہے ۲۵ سال امام علیؑ کی صبر شکن، کمر شکن خاموشی بربنائے خوف و ہراس نہیں بربنائے مصلحتِ اسلام و مسلمین تھی۔

خالقِ صحیفہ سجادیہ

حضرت امام زین العابدینؑ کی دعاؤں کا مشہور مجموعہ ،صحیفۂ سجادیہ جسے "زبور آل محمدؐ" اور "انجیل اہل بیتؑ "کا خطاب دیا گیا ہے اور بعض نے "اخت القرآن" یعنی قرآن مجید کی بہن کے عنوان سے یاد کیا ہے صحیفۂ سجادیہ دعاء و مناجات کی دنیا میں بہترین مجموعہ ہے جس کے خالق و موجد حضرت امام چہارم علی بن الحسینؑ ہیں جن کی ذات پاک کی تعریف و تمجید غیروں نے بھی خوب دل کھول کر کی ہے۔

ابن شہاب زہری سے دو جملہ حضرت امام سجادؑ کی شان میں ہم تک پہنچا ہے ایک میں وہ کہتا ہے کہ "ما رایتُ هاشمیّاً افضل من علی بن الحسین ولا افقه منه" میں نے حضرت علی بن الحسین امام سجادؑ سے بہتر و برتر ہاشمی شخص نہیں دیکھا اور نہ ہی ان سے زیادہ دین و شریعت میں ان سے بڑا فقیہ دیکھا ہے ، زہری درباری ملا تھے اور اموی سلطنت کے قاضی تھے خود بھی گمراہ تھے اور شریعت و مذہب کے امور میں دخل اندزی کرنا اپنا حق سمجھتے تھے لیکن یہ اونٹ اس وقت پہاڑ کے نیچے آیا اور اسے اپنی اوقات تب پتہ چلی جب یہ خاندان ہاشم کے سب سے بڑے چشم و چراغ اور شہر علم و دانش کے اپنے زمانہ کے باب حضرت امام زین العابدینؑ کے سامنے پہنچے۔

https://downloadshiabooks.com/

زہری سے دوسرا جملہ اسی ماقبل جملہ سے شاید یہ بھی نقل ہوا ہے کہ "ما رایتُ قرشیاً افضل من علی بن الحسین و لا افقه منه" میں نے کسی قریشی کو حضرت علی بن الحسین امام سجادؑ سے بہتر و برتر نہیں پایا ہے زہری کو حضرت امام سجادؑ کی افضلیت کا بھی اعتراف ہے اور مفضول اموی سلطنت کے جباروں اور ظالم حکمرانوں کی مدح وستائش بھی کی ہے اور ان کا نمک کھاتے رہے ہیں۔

دوسرا شخص جس کی حالت زہری سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے اور اس کے بارے میں ضد و نقیض بیانات تاریخ میں درج ہیں فقہ و حدیث کے ساتھ تفسیر میں بھی اس کی رائے کو بڑے شوق سے نقل کیا جاتا ہے سعید بن مسیب کی ذات ہے یہ شخص نہیں معلوم تقیہ میں مہارت کی بنیاد پر یا اپنے خبثِ باطن کی بھرپور عمل درآمد کی بنیاد پر آج تک نہیں پہنچانا جاسکا ہے کہ اپنا تھا یا پرایہ، بہر حال اس نے بھی حضرت امام سجادؑ کے سلسلہ میں زہری سے مشابہ کلمات نقل کئے ہیں وہ کہتا ہے "ما رایتُ قط مثل علی بن الحسینؑ" میں نے حضرت امام زین العابدینؑ کے مانند کسی شخص کو دیکھا ہی نہیں ہے۔

صحیفۂ سجادیہ میں کل ۵۶ دعائیں ذکر ہوئی ہیں اور سبھی کی تلاوت کرنا مومنین کا شیوہ ہونا چاہیئے لیکن جب کسی چیز کی کچھ حد تک قدر معلوم نہیں ہوتی تو اس سے دلچسپی بھی زیادہ نہیں ہوتی صحیفۂ سجادیہ کی عظمتوں سے کسی بھی مومن کو

https://downloadshiabooks.com/

انکار نہیں ہے کلام معصوم ہے سبھی کو پیارا ہے لیکن کما حقہ تلاوت نہ کئے جانے کی ایک وجہ معارف صحیفہ سے معمولی آشنائی ہے اسی نقص کو دور کرنے کے لئے ہمارے بزرگ علماء نے اس عظیم الشان کتاب کی بڑی بڑی شرحیں لکھی ہیں لیکن اردو داں طبقہ کے لئے بہت مختصر معارف صحیفہ ہمارے بعض بزرگوں کی عرق ریزیوں سے ہم تک پہنچ سکا ہے۔

سردست صرف ایک دعاء کا انتخاب عمل میں آیا ہے تاکہ اس سمندرِ علم و دانش سے قدرے تشنۂ علم و دانش حضرات کی پیاس بجھانے کی کوشش کی جا سکے چونکہ والدین کی عظمتیں خدا و معصومینؑ کے بعد سب سے زیادہ ہیں لہذا دعا نمبر ۲۴ جو کہ حضرت امام سجادؑ اپنے والدین کے حق میں فرماتے تھے اسی کا انتخاب عمل میں آیا ہے اور کلام معصوم کو کلام معصومینؑ کی روشنی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔

دعاء نمبر ۲۴ وہ دعا ہے جسے حضرت امام سجادؑ اپنے والدین کے لئے خدا سے کیا کرتے تھے اور حضرات محمد و آل محمدؐ پر درود و سلام کے بعد اپنے والدین کے حق میں خدا کے درود و سلام کے خواہاں ہوتے ہیں اور اس کی عنایت و الطاف کا مطالبہ کرتے ہیں لیکن اس سے بھی قبل حضرت امام سجادؑ خداوند متعال کو مخاطب کرتے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام معصومؑ کو اپنے عظیم ترین ماں باپ کے حق میں اگر کسی سے کوئی توقع ہے تو وہ خداوند متعال ہے لہذا اسی سے درخواست گزار ہوتے

https://downloadshiabooks.com/

ہیں۔

راوی صحیفہ کون؟

راویٔ صحیفہ جس نے "حدثنا" کہہ کر ہم تک یہ صحیفہ پہنچایا ہے وہ کون ہے؟ جناب شیخ بہائی نے فرمایا ہے کہ صحیفہ کا اولین راوی جس نے "حدثنا" کہا ہے وہ ہمارے ثقہ عالم دین جناب شیخ جلیل علی بن سکون ہیں اور اس قول کی تائید انھوں نے علامہ شیخ کفعمی سے حاصل کی ہے یعنی ان کے بعض حواشی سے استفادہ کیا ہے شیخ بہائی نے پورے صحیفہ سجادیہ کی شرح مفصل طور پر لکھی تھی جس کا نام " حدائق الصالحین" رکھا تھا اس کتاب کا ایک جزء دعا رؤیت ھلال کو علامہ شیخ بہائی نے الگ سے بھی تحریر فرمایا تھا جو کہ " الحدیقۃ الھلالیۃ " کے نام سے تحقیق کے ساتھ چھپ چکا ہے مگر افسوس کہ پوری شرح "حدائق الصالحین" ہم تک نہیں پہنچ سکی ہے۔

دوسرا نظریہ یہ ہے کہ جس شخص کے ذریعہ ہمیں یہ کتاب (صحیفۂ سجادیہ) ملی ہے وہ عمید الرؤساء ھبۃ اللہ ہیں جو کہ ہمارے بزرگ و ادیب عالم دین تھے اور انھوں نے جناب سید اجل بہاء الشریف سے صحیفہ نقل فرمایا ہے اس قول کو جناب سید علامہ معلم ثالث میر باقر داماد حسینی نے قبول کیا ہے اور اپنے قول کی تائید میں شہید اول کے نسخہ پر ان کی تائید سے حاصل کی ہے جس نسخہ کا نسخۂ علی ابن سکون

https://downloadshiabooks.com/

سے مقابلہ کیا گیا ہے۔

ابن سکون کے مروی کون؟

متوکل عباسی ملعون، عباسی سلسلۂ حکومت کا بدترین بادشاہ، شیعوں کا سر سخت دشمن اور اہل بیتؑ سے نہایت بغض و عناد رکھنے والا، ان بزرگواروں کے آثار ظاہری و معنوی کو نابود کرنے کے درپے رہنے والا، نہ عزاء امام مظلوم کو روک سکا نہ زیارت گاہِ امام مظلوم کو مٹا سکا اسی ملعون کے دربار میں خود اس کے غلام اشناس کی نسل سے اہل بیتؑ کا سر سخت دوست و مولائی بلکہ تبرائی شخص پیدا ہوا جن کا اصل نام حسن بن محمد بن اسماعیل تھا جو اپنے پر دادا کے نام " اشناس بزاز " سے یاد کئے جاتے تھے علی بن سکون نے جناب اشناس بزاز کے سامنے پورے صحیفہ سجادیہ کی قرائت کی ہے اور ان سے صحیفہ سجادیہ حاصل کیا ہے۔

بزم تبراء شہر بغداد میں

ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد یا مدینۃ السلام بڑی معروف تاریخ ہے کسی واسطہ سے نہیں بلکہ براہ راست خطیب بغدادی نے غلام متوکل کے پر پوتے حسن بن محمد بن اسماعیل اشناس سے حدیثیں نقل کی ہیں خطیب بغدادی کہتا ہے کہ غلام متوکل کا پر پوتا پڑھا لکھا انسان تھا اس نے متعدد راویان حدیث اور اپنے دور کے علماء سے روایتیں نقل کی ہیں اور میں نے بھی اس سے کچھ

https://downloadshiabooks.com/

حدیثیں نقل کی ہیں " کان سماعه صحیحاً "اور اس کی سماع یعنی دوسرے بزرگوں سے سماعِ روایت صحیح و ثابت ہے کوئی لیکن کی بات نہیں ہے پھر بھی میں نے " کتبت عنه شیئًا یسیراً " اشناس بزاز سے بہت کم حدیثیں لکھی ہیں وجہ کیا ہے؟ سنیئے "الا انه کان رافضیاً خبیث المذهب " کیونکہ وہ رافضی تھا اور مذہب کا خبیث انسان تھا حد یہ ہے کہ متوکل کے دربار کا پروردہ اپنے گھر میں بغداد کے کرخ علاقہ میں بزم تبراء سجاتا تھا وہاں شیعہ جمع ہوتے تھے اور اشناس بزاز ان کے سامنے صحابہ کے کرتوت بیان کرتا تھا اور لعن و طعن کا دور چلتا تھا اور یہ کام خود حسن بن اشناس بزاز کیا کرتا تھا۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ ایک روز میں نے حسن بن اشناس بزار سے پوچھا کہ تمہاری ولادت کب ہوئی تو اس نے بتلایا کہ ماہ شوال ۳۵۹ھ میں پھر خطیب لکھتا ہے کہ اشناس بزاز کا انتقال ذی قعدہ ۴۳۹ھ میں ہوا اور مقبرہ باب الکناس میں اشناس بزاز کو دفن کیا گیا حسن بن اشناس نے صحیفہ کو ابو المفضل محمد شیبانی سے نقل کیا ہے جن کے بارے میں گفتگو آرہی ہے۔

صحیفہ مبارکہ سجادیہ کے سلسلۂ سند و رجال سند پر جتنی گفتگو کی جائے کم ہے اس لئے کہ یہ عظیم کتاب بڑی عظیم عظیم شخصیتوں سے ہوتی ہوئی ہم تک پہنچی ہے اور اس کے طرق و اسناد ہزاروں علماء و فقہاء پر مشتمل ہیں علامہ مجلسی کے پدر گرامی

https://downloadshiabooks.com/

قدر علامہ تقی مجلسی علیہ الرحمۃ اپنے شاگرد کو اجازۂ روائی دیتے ہوئے فرماتے ہیں:" اجزت لہ ان یروی عنّی الصحیفۃ الکاملۃ زبور آل محمد علیہم السلام و انجیل اھل البیت علیہم السلام بأسانیدی المتواترۃ الیٰ السید الاجل و شیخ الطائفۃ وغیرھما من الفضلاء الاعلام " میں صحیفۂ سجادیہ کو اپنے متواتر اسناد سے نقل کرنے کی اجازت دیتا ہوں صرف سند متواتر نہیں بلکہ اسناد متواتر کہہ رہے ہیں اور سارا سلسلۂ سید اجل بہاء الشرف اور شیخ الطائفۃ شیخ طوسی تک اور ان دونوں بزرگواروں کے علاوہ فاضل شخصیتوں تک پہنچا رہے ہیں خلاصہ کلام یہ کہ صحیفۂ سجادیہ کے اسناد و طرق میں کوئی لیکن نہیں ہے۔

امام زمانؑ اور صحیفۂ سجادیہ

جناب علامہ تقی مجلسیؒ کی ذات والا صفات کا ادراک یا تو ان کے فرزند غوّاصِ بحار معارف وعلوم یعنی علامہ مجلسیؒ کو ہے یا ان کے آقاؤں معصوم اماموںؑ کو ہے علامہ مجلسی بحار کی آخری جلد جو اجازات پر مشتمل ہے اپنے پدر گوار کے اجازۂ روائی جسے انھوں نے اپنے شاگرد علّام شرف الدین شولستانی کو عطا فرمایا ہے اس میں صحیفۂ سجادیہ کو براہ راست حضرت امام زمانؑ سے روایت کا تذکرہ کرتے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تقی مجلسیؒ کس قدر پہنچے ہوئے انسان تھے علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار نے اپنے اجازہ میں لکھا ہے " بل اجزت لہ ان یرویھا عنّی عن مولانا خلیفۃ الرحمن و صاحب الزمان علیہ السلام " میں آپ کو

https://downloadshiabooks.com/

نہ صرف اپنے متواتر اسناد کے ذریعہ صحیفۂ سجادیہ کی روایت کا اجازہ عطا کرتا ہوں بلکہ آپ کو میرے واسطے سے امام زمان علیہ السلام سے صحیفۂ سجادیہ کی روایت کی اجازت حاصل ہے۔

یہ فقرہ بول رہا ہے کہ علامہ تقی مجلسی نے علماء وفقہاء کے علاوہ خود حضرت امام زمانؑ سے بھی صحیفۂ سجادیہ کے نقل و قرائت کا اجازہ حاصل کر رکھا تھا اور براہ راست امام زمانؑ کے حضور سے اس عظیم الشان صحیفۂ دعا کو تحریری یا تقریری طور پر دریافت کیا ہے۔

یاد رہے کہ ایسا اجازہ تقی مجلسی نے اپنے لال غواص بحار الاحادیث حضرت علامہ مجلسی کو بھی نہیں دیا ہے کہ جس میں امام زمانؑ سے اجازہ کا ذکر ہو نیز جس بزرگوار کو یہ اجازہ عطا کیا ہے انھیں ڈھیر ساری تاکید و احتیاط کا دستور دیتے ہوئے صادر کیا ہے اور اجازہ دینے سے قبل خدا سے استخارہ کیا ہے اس اجازہ کے صدور کی تاریخ ۱۰۶۸ھ ہے۔

علامہ تقی مجلسیؒ نے اس اجازہ میں امام زمانؑ سے صحیفہ سجادیہ کی حصول یابی کے فقرات اس طرح مرقوم ہوئے ہیں "...اجزت له ان یروی عنی ... مناولةً عن خلیفة الرحمن فی الرؤیا التی ظهرت حقیقتها بانتشار الصحیفة فی الآفاق بعد ما صارت مهجورة " میں صحیفۂ سجادیہ کے اجازہ

کو اپنی طرف سے نقل کرنے کی اجازت دیتا ہوں کہ میں نے امام مہدیؑ سے اس صحیفہ کو اس خواب میں حاصل کیا ہے جس کی حقیقت آشکار ہو چکی ہے اور وہ اس طرح سے کہ صحیفہ ٔسجادیہ برسوں متروک رہنے کے بعد دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیل گیا ہے۔

شہید یحییٰ بن زیدؑ

حضرت یحییٰ بن زید کی مادر گرامی جناب ریطہ خاتون جناب محمد حنفیہ کی پوتی تھیں اور محمد بن حنفیہ کے فرزند ابو ہاشم عبد اللہ کی بیٹی تھیں جناب یحییٰ باپ کی شہادت کے بعد مدائن چلے گئے تھے وہاں پر یوسف بن عمر ثقفی کے سپاہیوں نے گرفتار کرنا چاہا تو یحییٰ بن زید شہر ری چلے گئے وہاں سے نیشاپور روانہ ہوئے اور وہاں کے لوگوں نے اپنے یہاں قیام کرنے کی درخواست کی تو جناب یحییٰ نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ "بلدۃ لم ترفع فیھا لعلی و آلہ رایۃ لا حاجۃ لی فی المقام بھا " جس شہر میں علیؑ و اولاد علیؑ کے لئے کوئی پرچم بلند کرنے والا نہیں ہے وہاں مجھے رہنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے اس لئے آپ نیشاپور سے سرخس چلے گئے اور پھر سرخس سے بلخ روانہ ہوئے مگر بلخ میں آپ کو گرفتار کر لیا گیا اور کافی دنوں تک جیل میں رہے پھر ولید بن یزید کے دور اقتدار میں آزاد ہوئے تو جوزجان چلے گئے اور وہاں قیام کیا مگر وہاں اپنے ساتھیوں کے ساتھ شہید کر دئے گئے سر یحییٰ کو جوزجان سے کوفہ، کوفہ سے دمشق، دمشق سے مدینہ بھیجا گیا اور ان کی ماں کی گود

https://downloadshiabooks.com/

میں ڈال دیا گیا جناب ریطہ نے بیٹے کا سر دیکھ کر فرمایا: "شرد تموہ عنّی طویلاً و اھدیتموہ الیّ قتیلاً صلوات اللہ علیه و علیٰ آبائه بکرۃً و اصیلاً" تم لوگوں نے میرے لال کو لمبے عرصہ تک مجھ سے دور رکھا جلا وطنی کی زندگی بسر کرنے پر میرا لال مجبور ہوا اور اب میرے پاس اس کا سر لائے ہو صبح و شام خداوند متعال کا درود و سلام ہو میرے لال پر اور اس کے آباء و اجداد پر۔

مقابلۂ نسخ و املاء

صحیفۂ سجادیہ وہ عظیم کتاب ہے کہ جس کے مقابلہ کا کام امام معصوم حضرت امام جعفر صادقؑ نے کیا ہے اور اپنے پدر بزرگوار کا نسخہ حضرت زید شہید کے نسخہ میں ملایا ہے کہ ان دونوں نسخوں میں دعاؤں کا فرق تو بہت دور کی بات ہے ایک کلمہ بلکہ ایک حرف کا بھی فرق نہیں تھا اور کیوں نہ ہو ایسا کہ ایک نسخہ کا نسخے بر داری کرنے والے امام معصوم حضرت امام باقرؑ ہیں تو دوسرے نسخہ کے لکھنے والے تالی تلو معصوم حضرت زید شہید ہیں اس عدم فرق سے حضرت زید شہید کی باریک بینی بہترین تحریر اور بھرپور شراکت کا پتہ چلتا ہے اس کے علاوہ متوکل بن ہارون کے لئے ایک تیسرا نسخہ املاء کرنے کا کام امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کیونکہ وہ نسخہ جو اپنے پدر بزرگوار سے اپنے پاس رکھے ہوئے تھے وہ میراثِ ائمہؑ ہے اسے حضرت امام جعفر صادقؑ جناب متوکل بن ہارون کو نہیں دے سکتے تھے اور دوسرا نسخہ جناب

https://downloadshiabooks.com/

زید شہید والا وہ متوکل بن ہارون کے پاس امانت تھا جسے عبد اللہ محض کے فرزند محمد اور ابراہیم کے سپرد کرنا تھا لہذا متوکل کی درخواست پر امام جعفر صادقؑ نے یہ کرم فرمایا کہ پورا صحیفۂ سجادیہ اول سے آخر تک املاء فرمایا اور متوکل بن ہارون نے اسے قلمبند کر لیا جو ہم تک پہنچا ہے کیونکہ نسخۂ امامت اماموں کے پاس ہے نسخۂ زید شہید کا کوئی اتہ پتہ نہیں ہے کہ محمد و ابراہیم کی شہادت کے بعد کس کے ہاتھ لگا اور اس کا کیا ہوا؟

صحیفۂ سجادیہ کے اسماء

حضرت امام جعفر صادق نے اپنے فرزند ارشد جناب اسماعیل کو جب صحیفۂ سجادیہ منگانے کے لئے بھیجا تو ارشاد فرمایا: "قم یا اسماعیل فاتنی بالدعاء " "اے میرے لال اسماعیل اٹھو اور دعاؤں کو میرے پاس لے کر آؤ" اس فقرہ سے آشکار ہوتا ہے کہ امام جعفر صادقؑ صحیفہ کا نام " الدعا" دیتے ہیں یا اسے لقب کہا جا سکتا ہے کیونکہ نام تو وہی صحیفہ سجادیہ تھا لیکن امام نے "الدعاء" کہہ کر منگایا ہے یعنی صحیفۂ دعاء۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام صحیفۂ سجادیہ کو "الدعا الکامل" کے نام سے یاد کرتے تھے اور ہو سکتا ہے کہ آج موجود صحیفہ کو "صحیفۂ سجادیہ کاملہ "کہے جانے کی یہی وجہ ہو حالانکہ اس صحیفہ کی "۱۱" دعائیں متوکل بن ہارون سے ہی ضائع

https://downloadshiabooks.com/

ہو گئی تھی اور آج تک اس صحیفہ کے صحیفہ کاملہ کہے جانے کی صفت کے باوجود ۵۴ دعاؤں پر ہی مشتمل ہے گیارہ دعائیں حضرت امام باقرؑ کے مجموعہ میں مکمل تھیں لہذا امام باقرؑ نے فرمایا ہے: "وکان یدعو بہ و یسمیہ بالکامل " حضرت امام باقرؑ ان دعاؤں کے ذریعہ بارگاہ خداوندی میں دعا فرمایا کرتے تھے اور آپ ان دعاؤں کے مجموعہ کو "الدعاء الکامل " کے عنوان سے یاد کیا کرتے تھے۔

یحییٰ بن زید شہید نے متوکل کو صحیفہ سجادیہ حوالہ کرتے وقت وہی لفظ استعمال کیا ہے جو حضرت امام باقرؑ استعمال کرتے تھے، حضرت یحییٰ نے متوکل کو صحیفہ سونپتے وقت کہا تھا "اما لاخرجن الیك صحیفة من الدعاء الکامل " اے متوکل بن ہارون میں تمہیں ایک صحیفہ سونپے جارہا ہوں جو کہ "الدعاء الکامل " ہے اس جہت سے کہا جاسکتا ہے کہ "الدعاء الکامل"، اہل بیتؑ کا عطا کردہ نام ہے اور یہ نام ان کے درمیان رائج تھا حضرت امام باقرؑ بھی اور یحییٰ بن زید بھی یہی لفظ استعمال کرتے ہوئے ملتے ہیں۔

زید شہیدؑ

صحیحہ عیص بن القاسم، حضرت امام جعفر صادقؑ نے ہر کسی کے ساتھ قیام وانقلاب سے منع کیا ہے اور بطور مثال فرمایا ہے: "لا تقولوا خرج زید، فان زیدا کان عالما و کان صدوقاً" یہ نہ کہنا کہ زید بن علیؑ نے بھی تو خروج کیا تھا

https://downloadshiabooks.com/

اس لئے کہ جناب زید عالم تھے اور بہت سچے انسان تھے اور جناب زید نے بھی اپنی طرف دعوت نہیں دی تھی بلکہ انھوں نے رضاءِ آل محمدؑ کی طرف دعوت دی تھی "" **ولو ظفر** " اور اگر وہ کامیاب ہو جاتے "**لوفیٰ بما دعا کم الیہ**" تو وہ یقیناً صاحب حق کو اس کا حق دینے میں وفا کرتے اس کے بعد حضرت امام صادقؑ اپنے زمانے کے خروج کرنے والے سادات کو بر حذر کرتے ہوئے اور مومنین کو آگاہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ہم اہل بیتؑ ان کے خروج سے راضی نہیں ہیں اور اگر کوئی بنی فاطمہ میں سے خروج کرے جس کے اوپر لوگ جمع ہو گئے ہوں تو پھر خدا کا نام لے کر نکلو کہ ماہ رجب ہو تو تاخیر کرے ماہ شعبان تک نکلنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر شعبان کا مہینہ ہو اور تم ماہ رمضان کا روزہ اپنے گھروں میں رکھنا چاہتے ہیں تو یہ بھی بہت بہتر ہے تمہاری سوجھ بوجھ میں تقویت پیدا ہو جائے گی " **کفا کم بالسفیانی علامۃ** " اور یاد رکھو کہ تمہارے لئے سفیانی کا خروج علامت ہے[2]۔

جناب زید کی مدد میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو خواص میں سے نہ تھے اور شیعہ شمار نہیں ہوتے تھے ۴۰ ہزار کا لشکر صرف کوفہ میں جمع ہو گیا تھا ۳۰ ہزار دینار تو صرف ابو حنیفہ سنیوں کے امام اعظم نے جناب زید کو تیر و تلوار اور دیگر حاجات کے لئے دیا تھا حضرت امام باقرؑ نے اپنے زمانہ میں جناب زید کو خروج سے

2۔ وسائل الشیعۃ: ج ۱۱، ص ۳۵، باب الجہاد ۱۳۔

https://downloadshiabooks.com/

ضرور منع کیا تھا لیکن وہ در حقیقت جلد بازی سے منع کیا تھا حضرت امام باقرؑ کی شہادت ۱۱۴ھ میں واقع ہوئی اور حضرت امام باقرؑ کی شہادت کے تقریباً ۷ یا ۸ سال تک صبر کرنے کے بعد امام جعفر صادقؑ کے زمانے میں زید شہید نے قیام کیا ہے اور امام جعفر صادق کی خوشنودی و مخفی اجازت حاصل تھی نیز امامؑ نے شہادت کی پیشین گوئی کے ساتھ اجازت دی تھی۔

نعرۂ الرضا لآل محمد کی وجہ

اس بیدار کن نعرہ میں بہت سی وجہیں کار فرما تھیں چند ملاحظہ ہوں:

۱۔ تاکہ غیر شیعہ جو مخالف حکومت بنی امیہ ہیں وہ بھی ساتھ دیں اور حکومت بنی امیہ کا تختہ الٹ جائے اور حقدار خلافت و سلطنت کو خلافت و سلطنت مل جائے۔

۲۔ تاکہ قیام کی ناکامی کی صورت میں فاسد حکومت کے شر سے امام جعفر صادق علیہ السلام محفوظ رہیں کہ ان کی حفاظت جناب زید کے اہم فرائض میں سے تھی خود جناب زید شہید کا فرمان ہے "فی کل زمان رجل منا اھل البیت یحتج اللہ بہ علی خلقہ، و حجۃ زماننا ابن اخی جعفر بن محمد، لا یضلّ من تبعہ ولا یھتدی من خالفہ " "ہم اہل بیتؑ میں سے کوئی نہ کوئی ایسا مرد ہر زمانہ میں موجود ہوتا ہے کہ جس کے ذریعہ خداوند متعال خلائق پر اپنی حجت تمام

https://downloadshiabooks.com/

کر دیتا ہے اور ہمارے زمانے کے حجتِ خدا میرے بھتیجے جعفر بن محمد ہیں جو شخص ان کی پیروی کرے گا گمراہ نہیں ہوگا اور جو شخص ان کی مخالفت کرے گا وہ ہدایت یافتہ نہیں ہوگا" نہ صرف یہ کہ حضرت زیدؑ کے اقدام کی حضرت امام صادقؑ کو اطلاع تھی بلکہ خود جناب زید کو اپنے انجام کی بھرپور خبر تھی[3]۔

راویِ صحیفہ، شیبانی کون تھے؟

محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب شیبانی کی کنیت ابو المفضل تھی علامہ حلی نے اپنی کتاب خلاصۃ الاقوال میں ان کا نام ضعفاء کی لسٹ میں درج کیا ہے جبکہ علامہ حسن ابن داؤد نے ان کا نام اپنی کتاب رجال کے دونوں حصوں یعنی ممدوحین اور مجروحین کی لسٹ میں درج کیا ہے سید میر داماد وارد میدان ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ ابن داؤد نے محمد بن عبد اللہ شیبانی کو دو فرد سمجھ کر دونوں حصوں میں درج کیا ہے نہیں بلکہ وہ جانتے تھے کہ محمد بن عبد اللہ شیبانی ایک ہی شخص ہیں مگر ممدوحین اور مجروہین میں درج کرنے کی وجہ علماءِ رجال اور فقہاء کے درمیان ان کے سلسلہ میں اختلاف اقوال کے باعث ہے کچھ لوگ انھیں ممدوح و معتبر اور ثقہ سمجھتے ہیں تو کچھ لوگ ان کے اوپر اعتماد نہیں کرتے لہذا ابن داؤد نے اپنی کتاب رجال میں انھیں دونوں قسموں میں درج کیا ہے۔

3۔ امالی للشیخ الصدوق: ص ۶۳۷ وروضۃ الواعظین: ص ۲۰۸۔

https://downloadshiabooks.com/

جناب شیبانی کے سلسلہ میں معروف رجالی علامہ نجاشی نے فرمایا ہے کہ " کان سافر فی طلب الحدیث عمرہ " کہ جناب شیبانی نے اپنی ساری عمر کو حدیثوں کی جمع آوری میں صرف کر دیا تھا یہ جملہ کافی حد تک جناب شیبانی کی مدح پر دلالت کرتا ہے کہ وہ علم دوست تھے، حدیث معصومینؑ سے بڑے مانوس تھے اور اقوال معصومینؑ کی جمع آوری میں سفر کی تھکان برداشت کرتے تھے بقول شیخ نجاشی " کان فی اول امرہ ثبتاً ثم خلط " جناب شیبانی اول اول تو بڑے مضبوط و معتبر اور پابرجا شخصیت کے مالک تھے لیکن بڑھاپے میں دماغ کام نہیں کرتا تھا اس جملہ سے مذمت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ انسان بوڑھا ہونے کے بعد بہت سے چیزیں بھول جاتا ہے اور حافظہ آنکھ مچولی کھیلنے لگتا ہے۔

یہی علامہ نجاشی جب بھی جناب شیبانی کا نام لیتے ہیں تو بڑی قدر و منزلت کے الفاظ استعمال کرتے ہیں یہی نہیں بلکہ بقول سید میر داماد، علامہ نجاشی جب بھی جناب شیبانی کا کسی کے سوانح حیات میں نام ذکر کرتے ہیں تو " یقرن ذکرہ بالرحملة والرضیلة " تو ان کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ اور رضی اللہ عنہ کا لفظ ضرور ذکر کرتے ہیں نیز جناب شیبانی کے اسناد روایت پر اعتماد کرتے ہیں اور دوسرے راویوں کے سلسلہ میں جناب شیبانی کی جرح و تعدیل یعنی راویوں کی عدالت یا بے عدالتی پر ان کے نظریات و اقوال پر بھروسہ کرتے ہیں لہذا نجاشی کے نزدیک جناب شیبانی کی وثاقت ثابت ہے اور ان کا جناب شیبانی کے اوپر رحمت و

https://downloadshiabooks.com/

رضایت کی دعا کرنا اور ان کے اقوال و آراء کو راویوں کے سلسلہ میں قبول کرنا، ان کے اجازات سے استناد کرنا اور ان کے اسناد پر اعتماد کرنا یہ سب اس بات کی دلیل ہیں کہ "و ذلك كله امارات التوثيق "جناب نجاشی کے نزدیک جناب شیبانی ثقہ ہیں۔

جناب شیخ طوسی نے اپنی کتاب الفہرست میں فرمایا ہے: " انه كثير الرواية و حسن الخط ""جناب شیبانی نے کثرت سے احادیث روایت کی ہیں اور ان کی تحریر بھی بڑی اچھی تھی"۔

جناب شیبانی کے سلسلہ میں نجاشی نے یہ بھی لکھا ہے کہ "له كتب كثيرة منها شرف التربة ، كتاب مزار امير المومنين عليه السلام كتاب فضائل حديث غدير ، كتاب رسالة في التقية ۔۔۔۔رايت هذا الشيخ و سمعت منه كثيرًا ثم توقفت عن الرواية عنه الا بواسطة بيني و بينه " "جناب شیبانی نے بہت زیادہ کتابیں تالیف کی ہیں جیسے کہ خاک شفا کی شرافت و فضیلت، زیارت گاہ حضرت امیر المومنینؑ، تقیہ پر ایک رسالہ۔۔۔ میں نے اس بزرگوار سے استفادہ کیا ہے اور بہت سی احادیث کو ان سے نقل کیا ہے پھر ان سے نقل کرنا چھوڑ دیا یہ صرف احتیاط کی بنیاد پر تھا پھر میں نے ان سے فقط ان روایات کو نقل کیا ہے جس میں میرے اور ان کے درمیان کوئی واسطہ ہو" احتیاط کی

https://downloadshiabooks.com/

وجہ آخر عمر میں خبط الحواس ہو جانا ہے نہ کہ منحرف ہونا نیز ایسی ایسی کتابوں کی تالیف کرنے والا تخلیط کا شکار ہو جائے یہ تو ہو سکتا ہے لیکن بعید ہے کہ منحرف من المذھب ہو جائے۔

ابن عضائری نے بہت تند الفاظ استعمال کئے ہیں مگر آخر میں کہا ہے کہ "اریٰ ترك ما يتفرد به" جن روایتوں کے وہ تنہا راوی ہوں اسے ترک کر دینا بہتر ہے۔

شروح صحیفہ پر سرسری نظر

کلام امام، امام الکلام ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود صدور کلام کے زمانے سے دوری کے باعث، کلام ائمہ طاہرینؑ کے اعلیٰ مطالب و مقاصد کے ادراک کے لئے شرح و تفسیر کی ضرورت کو ہمارے علماء نے محسوس کیا تو ۲۰ سے زائد اب تک صحیفۂ سجادیہ کی شرحیں معرض وجود میں آگئی ہیں جن میں سید علی خان مدنی جو کہ "سید ابن معصوم" کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں ان کی شرح "ریاض السالکین" اب تک کی عمدہ و بہترین شرح تسلیم کی گئی ہے جس میں علامہ معصوم مدنی نے ہر پہلو سے گفتگو کی ہے اور جامع ترین شرح آپ کی ہی شرح ہے حالانکہ آپ سے پہلے اور کثرت سے آپ کے بعد بھی اس عظیم کتاب کی تفسیر و تشریح میں متعدد بزرگ علماء نے اپنی پوری طاقت صرف کر دی ہے اور بہترین بہترین شرحیں معرض وجود میں

https://downloadshiabooks.com/

آئیں ہیں لیکن ریاض السالکین اپنی جگہ پر اپنی افادیت و جامعیت کے پیش نظر سب شرحوں میں ممتاز شرح ہے اس شرح کو معیار قرار دے کر اپنے مباحثہ کو ہم جاری رکھیں گے اور دیگر بزرگوں کے افادات سے بھی مستفید ہوں گے۔ان شاء اللہ

صحیفۂ سجادیہ متواتر ہے

اگرچہ سلسلہ سندھائے صحیفۂ سجادیہ میں کئی مجھول الحال راوی ہیں لیکن اس کے باوجود روات کے حالات سے جہالت نقصان دہ نہیں ہے کیونکہ ادعیہ صحیفہ سجادیہ شہرت و تواتر کی حامل ہیں ان دعاؤں کو اس قدر شہرت حاصل ہوئی ہے کہ غزالی جیسے لوگوں نے صحیفۂ سجادیہ کا نام "**زبور آل محمدؐ**" یا "**انجیل اہل بیتؑ**" رکھ دیا ہے اور بقول میر داماد صحیفۂ سجادیہ دیگر کتابوں کی طرح اپنے مصنف کی طرف منسوب ہونے میں تواتر رکھتی ہے۔

ہمارے جن بزرگ علماء نے اس صحیفہ کو نقل کیا ہے ان لوگوں نے تبرک وتیمن کی غرض سے سلسلۂ سند ذکر کیا ہے ورنہ اس کی ضرورت نہیں تھی سلسلۂ سند ہونے سے معصومؑ سے ربط پیدا ہو جاتا ہے جو ایک اچھی چیز ہے اسی لئے آج بھی کتب روایت کے دسترس میں ہونے کے باوجود علماء اجازۂ روائی ایک دوسرے سے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ کلام معصوم کو نقل کرنے والے کا معصوم سے ربط پیدا ہو جائے۔

https://downloadshiabooks.com/

دوعادل گواہ

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا صحیفۂ سجادیہ کے سلسلۂ سند میں بعض مجاہل کا نام ہے لیکن اس کے باوجود صحیفۂ سجادیہ تواتر سے ثابت ہے اس کے علاوہ دو عادل گواہ اس صحیفہ کے امام معصومؑ سے منقول ہونے پر اور بھی ہیں اور وہ دو لوگ یہ ہیں:

۱۔ اعجاز اسلوبہا: ان دعاؤں کا معجزاتی اسلوب خود گواہ ہے کہ یہ دعائیں معصوم امامؑ سے صادر ہوئی ہیں اور کوئی غیر معصوم اس طرح کی ادعیہ کو انشاء کرنے سے عاجز ہے۔

۲۔ غرابۃ اطوارھا: ان دعاؤں میں نادر و نایاب اقسام و انواع ادعیہ، ان کا اچھوتا متن اور انوکھا طرز کلام بھی منھ بولتا ثبوت ہے کہ یہ دعائیں کلام امام معصومؑ ہیں بقول علامہ جزائری: ان مثلھا لا یصدر الا عن مثلہ" اعجازی اسلوب اور غریب و اچھوتا طرز دو ایسے عادل گواہ ہیں جو بتاتے ہیں کہ اس طرح کی دعائیں بس معصوم کی زبان اقدس پر ہی جاری ہو سکتی ہیں غیر معصوم کے بس کی بات نہیں ہے۔

ایک سوال

علامہ سید نعمت اللہ جزائری قدس سرہ نے اس دعاء کی شرح بنام "نور الانوار" میں اس احتمال کو بعید جانا ہے کہ حضرت امام سجادؑ نے اس دعاء میں صرف

https://downloadshiabooks.com/

اپنے ماں باپ یعنی امام حسینؑ اور جناب شہر بانو کا قصد کیا ہو بلکہ ہو سکتا ہے کہ امام کی مراد تمام آباء اور تمام امہات ہوں یعنی نوع آباء و نوع امہات کو قصد کیا ہو جس کا مطلب یہ ہو گا کہ حضرت امام حسینؑ سے لے کر حضرت آدمؑ تک اور جناب شہر بانو سے لے کر حضرت حواءؑ تک تمام آباءِ امام سجادؑ اور تمام امہات امام سجادؑ اس دعا کا متعلق ہیں اور ان کی عظمت سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ معصوم امام ان کے لئے دعا کر رہا ہے۔

اور علامہ سید باقر موسوی قدس سرہ اپنی کتاب الانوار العرشیہ میں فرماتے ہیں کہ صرف امام حسینؑ اور جناب شہر بانو کو مراد لینا بعید ہے اس لئے کہ حکیم کا کلام بڑی وجہوں اور حکمتوں پر مشتمل ہوتا ہے لہذا کلام امام سجادؑ کو تعمیم دینا اور شمولیت آباء و امہات بہتر ہے بلکہ میں تو کہتا ہوں سگے ماں باپ کے علاوہ روحانی پدر و مادر بھی اس دعا کا مصداق ہیں کیونکہ ان کے روحانی ماں باپ (ائمہ اور اساتذہ) کا حق سگے ماں باپ سے کہیں زیادہ ہے۔

کیوں ابوین؟

ہم جانتے ہیں کہ ماں کا حق فرزند کے اوپر باپ سے کم از کم تین گنا زیادہ ہوتا ہے شریعت اسلامی میں ماں کو باپ کے اوپر بڑی اہمیت دی گئی ہے اور یقیناً ہر بچے پر اس کے باپ کا جتنا بھی حق ہے اس سے کہیں زیادہ ماں کا حق ہوتا ہے اور دعاء

https://downloadshiabooks.com/

امام سجادؑ میں وارد ہوا ہے کہ "دعائه لابويه عليهما السلام" کیوں نہیں "دعائه لامه و ابيه" ہے مطلب یہ کہ ابوین سے مراد اب اور ام دونوں ہیں تو از باب تغلب امین زیادہ مناسب تھا نہ کہ ابوین؟

جواب یہ ہے کہ دستور عرب میں یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچی ہوئی ہے کہ ماں اور باپ کی جب تشبیہ بنائی جاتی ہے تو دو چیزوں کے درمیان مشابہت یا مصاحبت کو مد نظر رکھا جاتا ہے اور اگرچہ ماں باپ میں ماں کو از روئے عقل و شریعت باپ سے زیادہ مرتبہ حاصل ہے لیکن عرف میں قدیم زمانے سے ماں باپ دونوں کی تشبیہ کے لئے ابوین ہی استعمال ہوتا رہا ہے نہ کہ امین، ہاں اگر دو مشابہ چیزیں ہوں تو اشرف و اخف کسی سے بھی تشبیہ بنا دیا جاتا ہے جیسے شمسین اور قمرین دونوں استعمال ہوتا ہے سورج چاند کے لئے یعنی جانب مذکر کو زیادہ مد نظر رکھا جاتا ہے اور یہ کوئی قیاسی مسئلہ نہیں ہے ورنہ مشرقین و مغربین استعمال نہ کیا جاتا اسی طرح قمرین بھی استعمال ہونا شمسین استعمال نہ ہونا کہ وہ عربی زبان میں مونث ہے بہر حال یہ لفظی بحث ہے اور امام نے ابوین عرف و شرع کے مطابق استعمال کیا ہے۔

مصلحت اسلام و مسلمین تھی نہ کہ بر بنائے خوف و ہراس، جناب رسول خداؐ کی ۳ سالہ خفیہ تبلیغ اور پھر مکی زندگی کی صبر آزما تبلیغ بر بنائے مصالح اسلام و مسلمین تھی بر بنائے خوف و ہراس نہیں ایسی صورتِ حال، حضرت امام سجادؑ کے

https://downloadshiabooks.com/

دور حیات میں تھی حضرت امام سجادؑ کے دور امامت میں اسلام و مسلمین کو دو قسم کا شدید خطرہ پیدا ہو گیا تھا جس کا سد باب حکومتوں کے پاس بھی نہیں تھا یہ خاندان رسالت کے ذمہ دار اسلام و مسلمین کے خیر خواہ حضرت امام سجادؑ کا وجود ذی جود تھا جس نے دونوں قسم کے خطرات کا سد باب کیا ہے۔

پہلا خطرہ: مختلف ثقافتوں اور قوموں کے سماجی و عرفی رسم و رواج کا دروازہ ، مسلمانوں کے اوپر کھل جانا اور فوج در فوج لوگوں کا مسلمان ہو کر اسلامی سر زمین پر آکر سکونت اختیار کرنا تھا جس کے باعث انھیں فکری انحراف اور رسوم و طقوس کا اسلامی اصیل ثقافت اور قرآن و سنت کی روشنی میں صحیح اسلامی فکر و عمل سے روشناس کرانا تھا جو حکومت یا حکومتی فقہا انجام نہیں دے سکتے تھے اس لئے حضرت امام سجادؑ نے مسجد نبویؐ میں علمی حلقۂ درس کا آغاز کیا اور روز نت نئے مسائل و مشکلات کے حل کے لئے قرآن و سنت کی روشنی میں فقہاء کو اجتہاد کرنے کا سلیقہ سکھایا اور تفسیر و حدیث کے ساتھ ساتھ فقہ کی باریکیوں کے استخراج کا طریقہ بتلایا کہ قاریان، محدثان، مفسران کا جتھہ آپ کے حلقۂ درس میں سیر اب ہونے لگا اور مرکزیت علمی کے ساتھ ساتھ حضرت امام سجادؑ کے ہاتھوں فقہاء و مجتہدین پروان چڑھنے لگے اور ہر طرح کی مشکلاتِ علمی و تشنگی معارف کو دور کرنے کی صلاحیت حاصل کرنے لگے اور آپ کے ارد گرد اٹھنے بیٹھنے لگے یہاں تک کہ وہ امامؑ کو چھوڑ کر حج یا عمرہ پر جانے کی بھی نہیں سوچتے تھے اور اگر ایام حج میں حج کے لئے نکلنا بھی

https://downloadshiabooks.com/

چاہتے تھے تو امام سجادؑ کے ساتھ ساتھ نکلتے تھے۔

سعید بن مسیب کا بیان تاریخ میں درج ہے وہ کہتا ہے:"ان القراء کانوا لا یخرجون الیٰ مکۃ حتی یخرج علی بن الحسین علیہ السلام" امام سجادؑ کے حلقۂ درس سے مستفید ہونے والے قراء و محدثین مکہ حج کرنے کے لئے اس وقت تک نہیں جاتے تھے جب تک کہ حضرت امام سجادؑ بھی روانہ نہ ہو جائیں یعنی آپ سے استفادہ کا سلسلہ منقطع نہ ہونے پائے اس لئے جب تک حضرت امام سجادؑ سفر حج پر نہیں جاتے تھے اس وقت تک قراء و علماء و فقہاء بھی نہیں جاتے تھے لیکن جب حضرت امام سجادؑ حج کے لئے روانہ ہوتے تھے تو پھر آپ کے ہمراہ سیکڑوں علماء و دانشوروں کا مجمع نکل پڑتا تھا بقول سعید بن مسیب :" فخرج و خرجنا معه الف راكب " جب حضرت امام سجادؑ حج کے لئے مکہ کی طرف روانہ ہوتے تھے تو ہم بھی ان کے ہمرکاب ہو کر نکلتے تھے اور کبھی کبھی امام سجادؑ کے ساتھ قراء و فقہاء کے اونٹوں اور سواریوں کی تعداد ہزار سواریوں پر مشتمل ہوتی تھی حیرت ہے کہ جس امامؑ کے ہمراہ صرف سفر میں ہزار فقہاء و قراء سفر کر رہے ہوں ان کے حلقہ دروس میں کیا عالم ہوتا رہا ہو گا اور پھر ایسے امامؑ کے لئے یہ تصور پیدا کیا جائے کہ وہ حکومت کے خوف سے تبلیغ نہیں کرتے تھے آخر یہ فقہاء کا حلقۂ درس کیا کوئی معمولی جگر کا کام ہے ؟۔

دوسرہ خطرہ: اس زمانہ کے سماج پر مال و دولت اور عیش و آرام نے اپنی

https://downloadshiabooks.com/

حکومت جمالی تھی لوگ لذات دنیا اور اسراف میں ڈوب چکے تھے اخلاقی اقدار اور روحانی و معنوی اوصاف کا تقریباً خاتمہ ہو چکا تھا اور ساز و آواز نے قرآن و ادعیہ کی جگہ لے لی تھی اور معاشرہ میں روحانی و معنوی اقدار و اخلاق کا فقدان ہوتا جارہا تھا لوگ اللہ و رسولؐ اور روز آخر سے غافل ہوتے جارہے تھے اور خالق و مخلوق کے درمیان رشتہ چرمرا رہا تھا اس زمانہ کی مدینہ کی فضا کیسی تھی اس کے جاننے کے لئے کتاب الاغانی مؤلفہ ابو الفرج اصفہانی پڑھنے کی ضرورت ہے کیونکہ اس دور کے دور شباب و شراب اور رقص و سرور اور شعر و شاعری کا مرقع ابو الفرج اصفہانی نے خوب اچھی طرف کھینچا ہے۔

حضرت امام سجادؑ نے اس خطرہ کو بخوبی محسوس کیا اور اس کا علاج کرنے کے لئے بہترین اسلوب، دعاء کا سہارا لیا جس کے نتیجہ میں صحیفۂ سجادیہ اور دیگر صحفِ دعا سے عالم اسلام مالا مال ہو گیا ان دعاؤں میں بندے کا خدا سے ربط، معاشرہ سے تعلق، افراد خاندان سے سلوک اور دنیا کے امور سے تعلق کے ساتھ ساتھ آخرت اور موت و معاد کی طرف بھرپور طریقہ سے متنبہ و متوجہ کیا گیا ہے اور اخلاقی اقدار کو سنوارا اور سربلند کیا گیا ہے۔

فرزدق اور ہشام ملعون

فرزدق نے ہشام بن عبد الملک کے سامنے امام کے تعارف میں جو قصیدہ

https://downloadshiabooks.com/

سنایاہے اس کی ابتداء اس طرح ہے:

یاسائلی این حل الجود والکرم　عندی بیان اذا طلابه قدموا

"اے مجھ سے یہ سوال کرنے والے کہ جود وسخاوت کہاں رہتے ہیں تو سن کہ میرے پاس اس سلسلہ میں صاف شفاف بیان موجود ہے"۔

تاریخ میں درج ہے ہشام کو بہت غصہ آیا اس زمانہ میں وہ ولی عہد تھا حاکم نہیں ورنہ شاید فرزدق کو قتل بھی کرا دیتا لیکن فرزدق کا بیت المال سے مل رہا جائزہ و شہریہ قطع کروادیا لیکن فرزدق کو امامؑ نے تاحیات رزق عطا فرمادیا۔

ادھر ہشام نے قصیدہ، سننے کے بعد ایک جملہ کہا جس سے اس کے حسد کی بو آتی ہے اس نے فرزدق سے کہا: ایسا قصیدہ کبھی تم نے ہمارے بارے میں نہیں کہا؟ تو جناب فرزدق نے جواب برجستہ فرمایا: "هات جدّا کجدّه وابا کابیه و امّا کامّه حتی اقول فیکم مثلها" حضرت امام سجادؑ کے جد بزرگوار کے مانند جد، ان کے پدر بزرگوار کے مانند پدر اور ان کی مادر گرامی کے مانند ماں لے آؤ تو میں تیرے بارے میں بھی ایسے قصیدے کہہ دوں گا، ہشام کے پاس اس جسارت کا کوئی جواب نہیں تھا اس نے فرزدق کو گرفتار کروا کر مقام عسقان میں قید کروا دیا تو حضرت امام سجادؑ نے ۱۲ / ہزار درہم یہ کہہ کر بھجوائے کہ اگر ہمارے پاس مال دنیا سے اور مال ہوتا تو ہم اس سے زیادہ تمہیں نوازتے فرزدق نے واپس کرتے ہوئے

https://downloadshiabooks.com/

کہلوایا: "یا ابن رسول اللہ! ما قلت الذی قلت الا غضباً للہ و لرسولہ" مولا میں نے یہ قصیدہ صرف خدا اور اس کے رسولؐ کے لئے، دشمنوں کے سرغنہ کے سامنے غضب و نفرت کا اظہار کرنے کے لئے کہا ہے میں اس کے بدلے مال دنیا سے کچھ نہیں چاہتا حضرت امام سجادؑ نے اپنے حق کا واسطہ دے کر قبول کروایا اور ارشاد فرمایا: "فقد رأی اللہ مکانك و علم نیتك" میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ نے تمہارا مقام و مرتبہ دیکھ رکھا ہے اور تمہاری نیت سے بخوبی واقف ہے حضرت امام سجادؑ فرزدق کی عظمت بیان کر رہے ہیں اور انکے جنتی ہونے کی گواہی دے رہے ہیں۔

وجہ اختصاص

حضرت امام زین العابدینؑ نے صحیفۂ سجادیہ کی دعا نمبر ۲۴ میں جن ماں باپ کے لئے درود و سلام اور دعاء کی ہے اس سے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا صرف حضرت امام حسینؑ اور جناب شہر بانو دعاءِ ابوین کا مصداق ہیں؟ اور اگر ایسا ہے تو اس کی دلیل کیا ہے؟

جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ عرف عام میں جب کوئی یہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے ماں باپ کے لئے دعا کی تو اس سے مراد اس کے بلا فصل ماں باپ ہوتے ہیں نہ کہ دادا پر دادا یا دادی پر دادی وغیرہ دوسرے یہ کہ اگر امام سجادؑ نے انواع آباء

https://downloadshiabooks.com/

وانواع امہات کو مراد نہ لیا ہو تو تب بھی مراد صرف معصوم ماں باپ تا حضرت آدمؑ ہوں گے کیونکہ حضرت امام سجادؑ نے جن کرامات اور درجات وغیرہ کے مخصوص ہونے کو طلب کیا ہے وہ صرف معصومینؑ کے لئے ہی خدا نے مہیا فرمائے ہیں لہذا ان درجات و کرامات کا مطالبہ ہم مومنین کے لئے اپنے آباء و امہات کی خاطر قطعاً درست نہیں ہے اور تیسری بات یہ ہے کہ جن الفاظ دعا و صلوات کو امام سجادؑ نے اپنے آباء و امہات کے لئے طلب فرمایا ہے وہ درود و صلوات صرف آل محمدؐ سے مختص ہے لہذا اس کا کسی غیر اہل بیتؑ کے لئے مطالبہ کرنا بے معنی ہے۔

جناب علامہ سید نعمۃ اللہ جزائری ان تینوں وجہوں کو تسلیم نہیں کرتے اور ہر ایک کا جواب یوں تحریر فرماتے ہیں:

۱۔ حضرت امام سجادؑ نے مخصوص و مختص ہونے کو حقیقی معنی میں مراد نہیں لیا ہے بلکہ یہ حصر اضافی جیسا ہے یعنی معصومینؑ کے لئے ان کے لائق کرامت و درجات کا مطالبہ اور غیر معصومین ماں باپ کے لئے ان کے لائق کرامات و درجات کا مطالبہ ہو سکتا ہے۔

۲۔ اس کے علاوہ خدا نے کرامات اور درجات کی کوئی حد مقرر نہیں فرمائی ہے لہذا ہر ماں باپ اپنے کردار و عمل کے مطابق ہماری دعاؤں کے ذریعہ ان کرامات و درجات کو حاصل کر سکتے ہیں جو اللہ نے ماں باپ کے درجات اور ان کے

https://downloadshiabooks.com/

مراتب کے اعتبار سے قرار دئے ہیں اور یقیناً اہل بیت طاہرینؑ کے درجات و کرامات کی کوئی انتہاء نہیں ہے تو پھر ان سے مختص کرامات و درجات کو کوئی پا بھی نہیں سکتا ہے۔

۳۔ اور جہاں تک درود و صلوات کی بات ہے تو خداوند متعال نے قرآن مجید میں غیر معصوم پر بھی درود و صلوات بھیجا ہے اور خود جناب رسول خداؐ نے بھی ابن ابی اوفیٰ صحابی کے اوپر درود بھیجا ہے یہ اور بات ہے کہ درود کے مراتب و درجات میں فرق ہوتا ہے جس پایہ کے درود و سلام کے مالک حضرات معصومینؑ ہیں اس پایہ کا کوئی درود و سلام کسی نبی و رسول کو بھی حاصل نہیں ہے غیر معصومین کی کیا بات ہے!۔

لہذا اس بات کو تسلیم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ امام سجادؑ نے امام حسینؑ اور جناب شہر بانو کے علاوہ دیگر آباء طاہرین، انبیاء اور امہات یعنی جناب حواء تک کو مراد لیا ہے اور درود و سلام میں اپنے سگے ماں باپ کے ساتھ سارے آباء و امہات کو شامل کیا ہے۔

باپ سے بڑھ کر

شریعت اسلامی میں باپ کی عظمت بہت ہے جس سے کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا لیکن اللہ نے ماں کو اس قدر عظمت بخشی ہے کہ وہ عظمت ماں کی طرف

https://downloadshiabooks.com/

سے خالہ تک سرایت کرتی ہے اس کی شاہد مثال اصول کافی کی یہ روایت ہے کہ جس میں رسول خداؐ نے اپنی ہی بیٹی کے قاتل کو اس کے گناہ کے کفارہ کے طور پر نیکی و احسان کرنے کا حکم دیا کہ ماں نہیں ہے تو اس کی بہن یعنی اپنی خالہ کے ساتھ نیک سلوک اور احسان کرو جبکہ رسول خداؐ نے باپ کے سلسلہ میں سوال ہی نہیں کیا تھا۔

روایت یوں ہے کہ ابو خدیجہ نام کے صحابیؑ امام صادقؑ کا بیان ہے کہ حضرت امام صادقؑ نے فرمایا کہ ایک شخص خدمت جناب رسول خداؐ میں پہنچا اور آکر کہنے لگا اے اللہ کے رسول! میں نے اپنی بیٹی کو کنویں میں ڈھکیل کر مار ڈالا ہے جب بیٹی پیدا ہوئی تھی تو میں نے اسے نہیں مارا لیکن جب بڑی ہو گئی تو اسے میں زیور آلات اور اچھے لباس پہنا کر کنویں کے پاس لایا اور اسے کنویں میں ڈھکیل دیا اے اللہ کے رسول! اس نے مجھ سے آخری جو بات پوچھی تھی وہ یہ تھی کہ "یا ابتاہ فما کفارۃ ذالك" اے میرے پیارے بابا یہ بتلادیں کہ اس عمل کا کفارہ کیا ہے؟ اس وقت جناب رسول خداؐ نے اس بدو سے کہ جس نے زمانۂ جاہلیت میں بیٹی کو کنویں میں ڈھکیلا تھا سے پوچھا کہ "الك امّ حیّۃ" کیا تیری ماں زندہ ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ نہیں میری ماں تو مر چکی ہے اس موقع پر رسول خداؐ نے باپ کا تذکرہ کئے بغیر پوچھا کہ: "الك خالۃ حیّۃ" کیا تیری خالہ زندہ ہے تو اس نے کہا کہ ہاں خالہ زندہ ہے تو رسول خداؐ نے فرمایا: "فابررھا فانھا بمنزلۃ الام" جا اپنی خالہ کے ساتھ نیکی کر اس کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آ ان کے ساتھ ماں کی طرح

https://downloadshiabooks.com/

بہترین سلوک کر" تکفر عنك ما صنعت " تیرے کرتوت کا کفارہ ادا ہو جائے گا۔

حضرت امام جعفر صادقؑ کا صحابی ابو خدیجہ کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے پوچھا: یہ واقعہ کب پیش آیا تھا تو امام صادقؑ نے فرمایا یہ واقعہ زمانۂ جاہلیت میں پیش آیا تھا زمانۂ جاہلیت کے لوگ اپنی بیٹیوں کو اس خوف سے مار ڈالتے تھے کہ ہماری بیٹیاں دوسرے قبیلوں میں جا کر بچہ پیدا کریں گی اور یہ انھیں منظور نہ تھا[4]۔

ابو خدیجہ کا سوال اور امام کا جواب یہ واضح کر رہا ہے کہ اگر زندہ در گور یا کنویں میں ڈھکیل دی جانے والی بیٹیاں مسلمان ہوں تو ان کی موت کا کوئی کفارہ سوائے توبہ کے کچھ نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ جان بوجھ کر کسی مومن یا مومنہ کو قتل کرنے والا جہنمی ہے۔

علامہ مجلسی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ " یدل علیٰ فضل الام و اقاربها فی البر علیٰ الاب و اقاربه و علیٰ فضل البر بالخالة من بین اقارب الام "[5] ماں کی فضیلت اور نیکی میں ماں کے قریبی رشتہ دار برتری رکھتے ہیں باپ پر اور باپ کے قریبی رشتہ دار پر، اسی طرح یہ روایت ہمیں یہ

4۔ اصول کافی: ج ۲، ص ۱۶۲۔

5۔ بحارالانوار: ج ۷۱، ص ۵۸۔

بھی بتاتی ہے کہ ماں کے قریبی رشتہ داروں میں خالہ کے ساتھ نیک سلوک کی بڑی فضیلت ہے۔

جناب رسول خداؐ کے دو بزرگ اور معتبر صحابی جناب عمار یاسر اور جناب ابو ایوب انصاری سے سنی کتب میں روایت درج ہوئی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے :" حق علی علی المسلمین حق الوالد علی الولد " حضرت علی ابن ابی طالبؑ کا مسلمانوں پر حق ویسے ہی ہے جیسے کہ باپ کا حق بیٹے کے اوپر ہوتا ہے۔ اس حدیث کو شمس الدین ابو البرکات محمد باعونی دمشقی شافعی متوفی ۸۷۱ھ نے اپنی کتاب جواہر المطالب فی مناقب الامام علی بن ابی طالبؑ میں نقل فرمایا ہے اور پھر ذیل میں لکھا ہے کہ اس روایت کو علامہ حاکمی نے رقم کیا ہے نیز محب طبری نے الریاض النضرہ کی جلد دوم صفحہ ۱۱۷ پر علامہ حموئی نے فرائد السمطین کی جلد اول صفحہ ۲۹۶ اور علامہ ابن عساکر نے تاریخ دمشق کی جلد دوم صفحہ ۲۷۲ پر درج کیا ہے ساتھ یہ بھی سنتے چلیں کہ اس روایت کے نہ صرف مصادر متعدد ہیں بلکہ سلسلۂ سند بھی بہت زیادہ ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریمؐ نے جو تشبیہ دی ہے اس کا دائرہ کتنا ہے اور کیا باپ کے اپنے بیٹے پر جو بھی حقوق شریعت سے ثابت ہوتے ہیں وہ سارے حقوق و فرائض سارے مسلمانوں پر حضرت امیر المومنین علیؑ کے لئے

https://downloadshiabooks.com/

ثابت ہیں، حدیث کا عموم و اطلاق تو اسی بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وجہ شبہ تمام حقوق سے متعلق ہے لیکن سب سے بڑا حق ایک باپ کا اس کے بیٹے کے اوپر یہ ہے کہ خدا کے بعد وہ تمام امور میں اپنے باپ کی سنے اور اس کی ہر شئ میں اطاعت کرے باپ کو اپنی اصل اور بنیاد سمجھے اپنے کو باپ کا مطیع و فرمانبردار اور فرع سمجھے۔

اب ہم صدر اسلام کے مسلمانوں اور رسول خداؐ سے صحابیوں کے سوال کریں گے کہ کیا تم سب نے حضرت امیر المومنینؑ کی نسبت اپنے کو لائق فرزند گردانا، باپ کے مانند ان کی اطاعت کی یا خود اپنے باپ کے بھی باپ بن گئے تھے اور ان کے سر پر سوار ہو گئے بجائے اطاعت کے باپ کو رسن بستہ لیکر گئے اور بجائے بیعت کرنے کے بیعت لینی چاہی، خدا کی لعنت ہو اپنے باپ پر زور زبردستی کرنے والے تمام نالائق بیٹوں پر جنھوں نے اطاعت کے بجائے مطیع بنانے کی پوری کوشش کی اور حق پدری ادا کرنے کے بجائے سربراہ مسلمین امیر المومنینؑ علی بن ابی طالب اور ان کے خانوادہ پر ظلم و ستم میں شریک ہوئے۔

امام جعفر صادقؑ کے صحابی و شاگرد مسعدہ بن صدقہ کا بیان ہے کہ سفیان ثوری حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ امام صادقؑ سفید براق لباس زیب تن کئے ہوئے ہیں یہ دیکھ کر سفیان ثوری نے امام صادقؑ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا: " ان هذا اللباس ليس من لباسك " یہ لباس

https://downloadshiabooks.com/

آپ کی شائن و عظمت کے لائق نہیں ہے یہ آپ کے عام لباسوں کے مانند نہیں ہے یعنی جس قسم کا لباس آپ اب تک پہنتے رہے ہیں یہ ان لباسوں میں سے نہیں ہے اس کی اس بکواس پر امامؑ نے فرمایا: جو میں کہنے جارہاہوں اس کو ٹھیک سے سن اسے سمجھنے کی کوشش کر کہ اگر سنت پر مرا بدعت پر نہیں مرا تو تجھے یہ میری بات دنیاو آخرت دونوں میں کام آئے گی گویا امامؑ نے اس کے بدترین انجام سے بھی آگاہ کر دیاہے کہ اپنے زمانہ کے حجت خدا سے شیخی بگھارنے کا کیاانجام ہوتا ہے انسان باطل اور بدعت پر موت کے منھ میں جاتاہے اگر امام کا دل سے چاہنے والا ہوتا اور آپ کو حجت زمان تسلیم کرتا تو اسے گڑگڑا کر معافی مانگنی چاہیئے تھی اور اپنی آخرت کی فکر کرنی چاہیئے تھی نیز امامؑ سے حسن عاقبت کے لئے دعا کی درخواست کرنا چاہیئے تھا لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا امام نے اس خطرناک نکتہ کی طرف اشارہ کرنے کے بعد فرمایا کہ جناب رسول خداؐ کا زمانہ بہت فقر و فاقہ کا زمانہ تھا لیکن جب دنیا مسلمانوں کے اوپر نوازش گر ہوئی تو "احقّ اھلھا بھا ابرارھا" تو دنیاوی ساز و سامان کے سب سے زیادہ استعمال کرنے کے اہل و مستحق صاحبان ایمان اور نیکوکار لوگ ہیں نہ کہ فاسق و فاجر لوگ، مومنین لائق ہیں نہ کہ منافقین، مسلمین مستحق ہیں نہ کہ کافرین، اور اے ثوری سن بخدا قسم جس لباس کو میں پہنے ہوئے ہوں تو اس پر اعتراض کر رہا ہے حالانکہ جس روز سے میں نے ہوش سنبھالا ہے صبح ہو یا شام بخدا قسم میرے مال میں کسی کا کوئی حق نہیں رہاہے کہ جسے میں نے ادا نہ کر دیا ہو تب یہ لباس پہنے ہوئے

ہوں۔

مسعدہ بن صدقہ کہتے ہیں کہ سفیان ثوری لاجواب ہو گیااور کچھ بول نہیں سکا مگر اس کے قبیلہ کے لوگ، زہد و پارسائی کا دکھاوا کرنے والے لوگوں کو زہد و تقویٰ اور دنیا سے بے رخی و بے رغبتی کی دعوت دینے والے صوفیوں کی ایک جماعت اگلے روز امام کے پاس پہنچ کر کہنے لگی کہ ہمارے صاحب یعنی سفیان ثوری آپ کی باتوں سے لاجواب ہو گئے تھے اور ان کے پاس آپ کی باتوں کو رد کرنے کی دلیلیں آمادہ نہیں تھیں، مطلب یہ کہ ہم دلیلوں کے ساتھ آئے ہیں تو امام صادقؑ نے فرمایا لاؤ اپنی دلیلیں پیش کرو ان لوگوں نے کہا کہ جناب " **ان حججنا من کتاب الله** "ہم اپنی دلیلوں کو خدا کی کتاب سے پیش کریں گے ہماری دلیلیں قرآن کی آیتیں ہیں امامؑ نے فرمایا قرآنی دلیلوں کو ضرور پیش کرو کہ آیات قرآنیہ اس کی زیادہ سزاوار ہیں کہ ان کی پیروی کی جائے اور اس کے مطابق عمل کیا جائے ، ان لوگوں نے کہا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اصحاب نبی کریمؐ کی ایک جماعت کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایاہے :" **وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ**"[6] کہ وہ لوگ دوسروں کو اپنے اوپر فوقیت دیتے تھے چاہے انھیں کتنی ہی ضرورت کیوں نہ ہو اور

6۔ سورہ حشر: آیت ۹۔

https://downloadshiabooks.com/

جسے بھی اس کے نفس کی حرص سے بچا لیا جائے وہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

اللہ نے اس آیت کریمہ میں ان پارساؤں کے عمل کی مدح کی ہے مطلب یہ کہ معمولی لباس و غذا استعمال کرنی چاہیئے جسے خدا نے قابل قدر جانا ہے اور زاہد اصحاب کی مدح و ثناء کی ہے جو دوسروں کو اپنی ضرورت کے باوجود نوازتے تھے اور آپ (امام صادقؑ) خود اس کے مطابق عمل پیرا نہ ہو کر آیت کی مدح میں شامل نہیں ہیں پھر اس کے بعد ان لوگوں نے سورۂ دھر کی مدح پنجتن پاک میں نازل آیت کو پڑھا "وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا"[7] "کہ وہ لوگ غذا کی چاہت کے باوجود مسکین و یتیم اور اسیر کو کھانا کھلا دیتے ہیں" جس سے پتہ چلتا ہے کہ زہد و پارسائی اختیار کرنی چاہیئے اچھے اچھے لباس نہیں پہننا چاہیئے اور ہم بس انھیں دو آیتوں کے اوپر اکتفاء کرتے ہیں۔

ان بدبختوں میں سے ایک بول پڑا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ لوگ لوگوں کو زہد و پارسائی کا حکم دیتے ہو کہ اچھا اچھا کھانا نہ کھاؤ وغیرہ اس کے ساتھ ہی آپ لوگ دوسرے لوگوں کو حکم دیتے ہو کہ وہ اپنے اموال کو صدقہ کر دیں لٹا دیں یہ کس لئے تاکہ آپ لوگ مزے کریں؟! امام صادقؑ اس بھونڈی اور بکواس کو اب تک سنتے رہے اور ان کی بکواس کا جواب دینے کے بجائے آپ نے فرمایا وہ باتیں

7۔ سورہ انسان: آیت ۸۔

https://downloadshiabooks.com/

چھوڑو جس سے تم کو کوئی فائدہ پہنچنے والا نہیں ہے پہلے مجھے یہ بتلاؤ کہ کیا تم کو قرآن کے ناسخ و منسوخ کا علم ہے؟ محکم کو متشابہ سے تم لوگ تشخیص دے سکتے ہو؟ "فی مثله ضلّ من ضلّ و هلك من هلك" اسی ناسخ و منسوخ اور محکم و متشابہ وغیرہ کے جیسی عام و خاص، مجمل و مفصل، مطلق و مقید، ناسخ و منسوخ اور محکم و متشابہ آیات کے مانند چیزوں جو ھلاک ہوا، ھلاک ہوا اور جو گمراہ ہوا گمراہ ہوا ہے حضرت امام صادقؑ نے واضح کر دیا کہ امتوں کے سربراہ کہلانے والوں نے امتوں کو خود کی گمراہی کے ساتھ انھیں بھی تباہ و برباد کیا ہے اسی جہالت اور نادانی کے باعث۔

ذرا یہ تو بتلاؤ کہ تمھیں قرآن کے جملہ علوم کا علم ہے؟ وہ بولے سب تو نہیں لیکن کچھ تو جانتے ہی ہیں تو امامؑ نے فرمایا: "فمن هنا اتیم و کذالك احادیث رسول الله" تمہارے اندر گمراہیوں نے اسی کمزوری سے رسوخ کیا ہے اور یہی کچھ رسول خداؐ کی حدیثوں کے ساتھ بھی ہے یعنی ان میں بھی ناسخ و منسوخ، محکم و متشابہ، مطلق و مقید اور عام و خاص ہیں اور تم لوگ اس کے ظاہر کو لے کر عمل کرنا شروع کر دیتے ہو خود بھی گمراہ ہو اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہو خدا نے قرآن مجید میں جس قوم کی مدح کی ہے ان کے حسن عمل پر وہ انکے لئے جائز و مباح تھا اسے حرام نہیں کیا تھا لہذا انھیں اپنے عمل پر اجر و ثواب ملے گا لیکن ان کے اس عمل کے بعد خداوند متعال نے ان کے عمل کو نسخ کر دیا اور اس کے بعد

https://downloadshiabooks.com/

اللہ مومنین پر شفقت کے لئے اور اس واسطے کہ مومنین اپنے آپ کو زحمت میں نہ ڈالیں اور اپنے اہل و عیال اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو بڑے بوڑھوں کو اور وہ جو کہ بھوک وغیرہ برداشت نہیں کرسکتے ہیں اس طرح کے ایثار و قربانی کرنے سے منع کر دیا ہے۔

اب اگر میرے پاس ایک روٹی ہو اس کے علاوہ ملنے کی امید نہ ہو اور میں اسے صدقہ دے دوں تو میرے بال بچے اہل و عیال بوڑھے کمزور افراد خاندان ضایع ہو جائیں گے اور بھوک کے باعث مارے جائیں گے یہی وجہ ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا ہے جس بندے کے پاس پانچ دانا کھجور یا روٹی یا درھم و دینار ہو اور وہ اسے خرچ کرنا چاہے تو ان میں سے "افضلها ما انفقه، الانسان علیٰ والدیه" سب سے بہتر انفاق و صدقہ اور پہلا حقدار جس کے اوپر ان پانچ میں خرچ کیا جائے وہ ماں باپ کے اوپر خرچ کرنا ہے دوسرے درہم و دینار کو اپنے اوپر اور اپنے اہل و عیال کے اوپر خرچ کرنا ہے تیسرا قریبی رشتہ داروں پر چوتھا قریبی پڑوسیوں پر پھر پانچواں راہ خدا کے دوسرے امور پر "و هو اخسّها اجراً" اور یہ پانچواں سب سے کم ترین درجہ کا اجر و ثواب والا صدقہ ہے۔

اور حضرت رسول خداؐ نے اس مرد انصاری کے سلسلہ میں فرمایا کہ جس نے مرتے وقت پانچ یا چھ غلاموں کو آزاد کر دیا تھا اور اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کی

https://downloadshiabooks.com/

خدمت کے لئے کچھ نہیں چھوڑا تھا آنحضرتؐ نے فرمایا تھا: "لو اعلمتمونی امرہ ما ترکتکم تدفنوہ مع المسلمین" اگر تم لوگ مجھے اس کے دفن سے پہلے اس کی اس وصیت کے بارے میں باخبر کر دیتے تو میں تمہیں اس کی لاش کو مسلمانوں کے ساتھ دفن ہونے سے روک دیتا کہ وہ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو دوسروں کا دست نگر بنا کر گیا ہے[8]۔

والدین کے ساتھ نیکی کا حکم دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی، انسان والدین کے مرنے کے بعد بھی عاق ہو سکتا ہے بھلے ہی زندگی میں بڑا نیکوکار اور ماں باپ کا خیال رکھنے والا رہا ہو وجہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد ماں باپ کو نیکیوں کی زندگی سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے اس طرح ایک بندہ ہو سکتا ہے ماں باپ کی زندگی میں کئی بار عاق ہوا ہو لیکن مرنے سے پہلے نیکوکار ہو جائے اور ماں باپ اس سے بے حد راضی و خوشنود ہو جائیں یا پھر مرنے کے بعد ان کے حق میں بے حد خیرات کی وجہ سے وہ عقوق سے نکل کر نیکوکاری اور ماں باپ کے حق میں بے حد خیرات کے باعث نیکوکار بن جائے تو اب اس کو عاق نہیں کہا جا سکتا ہے۔

ملا صالح مازندرانی فرماتے ہیں کہ عاق حیات سے زیادہ بدتر عقوق، عاق ممات ہے اور پھر وہ اس کی دلیل بھی ذکر کرتے ہیں جن کی روشنی میں ہم آپ نہ

8۔ الکافی: ج۵، ص۶۷۔

https://downloadshiabooks.com/

جانے کتنے عاق والدین ہو جاتے ہیں جو بہت خطرناک ہے وہ فرماتے ہیں "البر و العقوق بعد الموت آکد لشدۃ احتیاجھما" نیکوکاری اور عقوق مرنے کے بعد زیادہ تاکید و شدید ہے وجہ یہ ہے کہ ماں باپ کو مرنے کے بعد نیکیوں اور خیرات و اعمال و عبادات کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے لہذا ہم آپ میں سے نہ جانے کتنے لوگ جنھوں نے ماں باپ کی زندگی میں ان کے حق میں بڑا اچھا سلوک کیا ہو لیکن مرنے کے بعد انھیں بھول جانے یا ان کے واسطے کم کار خیر کرنے کی وجہ سے عاق ہو چکے ہیں صرف توبہ و استغفار سے یہ مشکل و مصیبت دور نہیں ہو گی ماں باپ کے لئے اچھے اور پاکیزہ مال سے کارھائے خیر کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

عقلمند اور معرفت مآب باپ کو چاہیئے کہ اپنے فرزند کے حق سے در گذر کرے تاکہ بیٹا میدان قیامت میں مواخذہ کے لئے کھڑا نہ کیا جائے اس طرح شفیق و حنون ماں کو بھی چاہیئے کہ اولاد کے حق سے در گذر کر دے تاکہ اولاد کو بروز حساب بارگاہ خداوندی میں تادیر کھڑا نہ رہنا پڑے۔

ظاہر ہے کہ اولاد اگر لائق ہو گی تو اپنے ماں باپ کا دل جیت لے گی اور اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ماں باپ اپنے حق سے در گذر کر دیں گے ورنہ بروز محشر فرزندوں کو ماں باپ کے حقوق کی عدم ادائیگی کے باعث تادیر بازپرس کے لئے کھڑا رہنا ہو گا اور اگر خوانخواستہ ماں باپ راضی و خوشنود دنیا سے رخصت نہ ہوئے تو فرزندوں کو

https://downloadshiabooks.com/

سخت عذاب میں مبتلا ہونا پڑے گا۔

جناب رسول خداؐ کے معتبر و مجاہد صحابی حضرت ابو ذر غفاری کا فرزند "ذر" باپ کی زندگی ہی میں دنیا سے رخصت ہو گیا غسل و کفن اور دفن کے بعد جناب ابو ذر قبر ذر پر کھڑے ہوئے اور اپنے ایک ہاتھ کو قبر پر رکھ کر بیٹے کے حق میں رحمت کی دعا کی اور فرمایا: "یاذر ان کنت بی لبراً" اے ذر تم میرے حق میں بڑے نیکوکار تھے تم نے بیٹے کے اوپر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں وہ تم نے میرے اور اپنی ماں کے حق میں بخوبی انجام دیں اے ذر تم میرے حق میں نیکوکار تھے " ولقد قبضت و انی عنك راض" تم مجھ سے بچھڑ گئے ہو اس حال میں کہ میں تم سے راضی وخوشنود ہوں۔

جناب ابو ذر قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اے بیٹا میں تمہارے فقدان پر رنجیدہ اور غم زدہ نہیں ہوں بلکہ میں قضاء و قدر الہی پر راضی ہوں، جوان بیٹا رخصت ہوا ہے مگر جناب ابو ذر ہیں کہ مرحوم بیٹے کو مخاطب قرار دے کر کہتے ہیں کہ اے لال میں تم پر رو نہیں رہا ہوں نہ ہی میں غم و غصہ کا شکار ہوں ہاں اگر آنسو بہا رہا ہوں تو اس واسطے کہ تم نے قبر میں منکر و نکیر کو کیا جواب دیا اور تم سے کیا کیا کہا گیا یہ جاننا چاہتا ہوں اے لال تم میرے حق میں اس قدر نیکوکار تھے کہ کاش میں تمہاری جگہ قبر میں چلا جاتا مگر تم نہ مرتے مجھے خوف قیامت نے روک رکھا ہے ورنہ میری خوشی

https://downloadshiabooks.com/

یہ ہوتی کہ میں تمہاری جگہ قبر میں ہوتا اور یہ میرے لئے خوشی کا مقام ہوتا لیکن بیٹا مجھے قیامت کا خوف اور حساب و کتاب کا ڈر، تمہاری موت پر خوشی ظاہر کرنے سے مانع ہے یعنی میں تمہاری موت پر قضاء و قدر الٰہی کے باعث اس قدر راضی و خوشنود ہوں کہ اگر خوفِ قیامت نہ ہوتا تو میں خوشی کا اظہار کرتا اس کے بعد جناب ابوذر فرماتے ہیں " اللهم انی قد وهبت له ما افترضت عليه من حقی " پالنے والے میں باپ ہو کر اپنے لال کے حق میں اس کی تمام ذمہ داریوں سے درگذر کرتا ہوں جو تو نے ایک بیٹے کے اوپر باپ کے حق میں فرض کی ہیں لہٰذا پروردگار "فهب له ما افترضت عليه من حقك فانت احقّ بالجود منی والکرم "تو تو مجھ سے کہیں زیادہ جود و کرم والا ہے تو بھی میرے لال کے اوپر اپنے حق سے درگذر فرما کہ تو سب سے زیادہ جود و کرم کے لائق و سزاوار ہے۔

جناب ابوذر کا یہ عمل ہمارے لئے مشعل راہ ہے کہ ہم اپنے ماں باپ کے حق میں اس قدر نیکو کار ہوں کہ اگر ان کی زندگی میں ہمیں موت آجائے تو وہ ہمارے حق میں دعا گو ہوں اور وہ ہمارے اوپر خدا کی طرف سے لازم و واجب فرائض و حقوق سے درگذر کر دیں اور ہماری موت پر وہ ہمارے لئے رحمت و مغفرت کی دعا کریں ناخوش ہو کر بد دعا نہ کریں کہ ایسی صورت میں ہم عاق کہلائیں گے بھلے ہی لفظی طور پر عاق کا لفظ وہ استعمال نہ کریں۔

https://downloadshiabooks.com/

جناب ابوذر کالال بھی اس قدر نیکو کار تھا کہ صادق اللہجہ ابوذر بیٹے کے حق میں گواہی دے رہے ہیں اور بڑی تاکید کے ساتھ کہہ رہے ہیں "یا ذر ان کنت بی لبراً" اے ذر! یقیناً یقیناً تم میرے لئے کس قدر نیکو کار تھے کتنا اچھا سلوک کرتے تھے، تاکید در تاکید پر مشتمل یہ کلام فرزند ابوذر کے صالح و حق شناس ہونے کا گواہ ہے اور اس قدر صالح و نیکو کار تھا فرزند ابوذر کہ جناب ابوذر یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ "لسرّنی ان اکون مکانك" مجھے خوشی ہوتی کہ اگر میں تمہاری جگہ ہوتا یعنی قبر میں دفن ہو گیا ہوتا، بارّ کے مقابل عاق ہوتا ہے حضرت ابوذر اپنے لال کے حق میں اعلام کر رہے ہیں کہ میرا لال بارّ تھا عاق نہیں، اس نے مجھے کبھی دکھ نہیں پہنچایا اس نے میرے اور اپنی ماں کے حق میں تمام تر ذمہ داریوں کو نبھایا اسی لئے جناب ابوذر خداوند متعال سے رحمت کی دعا کے ساتھ بیٹے کے حق میں یہ التجاء کر رہے ہیں کہ پالنے والے میری طرح تو بھی میرے لال کے اوپر عائد ذمہ داریوں اور حقوق سے در گذر فرما کہ مجھ باپ سے کہیں زیادہ توجود و کرم کا سزاوار ہے۔

ظاہر ہے ابوذر کا لال، ابوذر کے مانند تھا ماں باپ کی تربیت کا اثر بیٹے پر مترتب ہوا اور لائق باپ کو لائق بیٹا ملا خداوند متعال ہمیں بھی اپنے ماں باپ کے حق میں اور اپنی اولاد کے حق میں نیکو کار بنا ہم سے ہمارے والدین کو بھی خوش اور اولاد کو بھی راضی فرما کہ تو ان سب کی نسبت ہم سب سے زیادہ مہربان ہے۔

https://downloadshiabooks.com/

حضرت عبد العظیم حسنیؒ کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے میرے بابا نے انھوں نے امام موسیٰ کاظمؑ سے سنا ہے کہ عمرو بن عبید معتزلی میرے بابا حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کر کے بیٹھ گیا پھر اس نے سورۂ نجم کی ۳۲ویں آیت ادھوری پڑھی " الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ... " پھر چپ ہو گیا، میرے بابا امام صادقؑ نے فرمایا: ما اسکتك " کس چیز نے تمھیں آیت کو آخر تک پڑھنے سے روک دیا ہے؟ اس کے جواب سے پہلے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ تکمیل آیت سے بڑے مشہور و معروف اس سنی دانشمند کو جہالت نے روک دیا تھا، اسی جہالت کو دور کرنے کے لئے درِ امام جعفر صادقؑ پر آیا تھا عمرو بن عبید امعتزلی، امام علیہ السلام سے کہتا ہے: " احببتُ ان اعرف الکبائر من کتاب اللہ " مولا مجھے گناہان کبیرہ جسے خدا نے کبیرہ گردانا ہو نہیں پتہ ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ کتاب خدا سے گناہان کبیرہ کیا ہیں بیان فرما دیں میں کہوں گا " حسبنا کتاب اللہ " کہنے والے سرغنہ کے تابعداروں جاؤ ان کے ارشادات میں دیکھو ہو سکتا ہے ان لوگوں نے گناہون کبیرہ جو قرآن سے ثابت ہیں بیان کئے ہوں تو شاید کوئی منچلا کہہ دے جنھیں کلمات قرآن کا علم نہیں تھا وہ معانی و تفاسیر قرآن کیا خاک بیان کریں گے!۔

بہر حال عمرو نے حضرت امام صادقؑ سے اس قید کے ساتھ کہ کتاب خدا سے ثابت " کبائر الاثم و الفواحش " کیا ہیں میں آپ سے سننا چاہتا ہوں

https://downloadshiabooks.com/

تو امام علیہ السلام نے چند آیتیں پڑھیں اور گناہان کبیرہ کی نشاندہی فرمائی ان گناہان کبیرہ میں سے جو حضرت امام صادقؑ نے قرآن سے ذکر فرمائے ہیں: "**و منها عقوق الوالدين لان الله سبحانه جعل العاق جباراً شقيا**" [9] ان میں سے ایک والدین کا عاق ہونا ہے اور عاق ہونا کیوں گناہ کبیرہ ہے اس کی وجہ حضرت امام صادقؑ نے یہ بیان فرمائی ہے کیونکہ خداوند متعال نے عاق ہونے والے فرزند کو جبار اور شقی قرار دیا ہے اس کے بعد حضرت امام صادقؑ نے متعدد آیتیں اور وجہ کبیرہ بیان کرتے ہوئے رسول خداؐ کے کلمات سے بھی بعض گناہوں کے کبیرہ ہونے کی دلیل ذکر فرمائی ہے امام کا ادھر بیان ختم ہوا ادھر "**فخرج عمرو وله صراخ من بكائه و هو يقول**" عمرو بن عبید اٹھ کے کھڑا ہو گیا اور بزم امام جعفر صادقؑ سے روتا ہوا اور چیخ چیخ کر یہ کہتا ہوا باہر نکلا: "**هلك من قال برائه و نازعكم في الفضل و العلم**" وہ شخص ہلاک ہے جو اپنی رائے سے کچھ بولتا ہے اور وہ شخص بھی ہلاک ہے جو علم و فضل میں آپ لوگوں سے نزاع کر بیٹھے۔ [10]

حضرت امام جعفر صادقؑ کے معروف و معتبر صحابی جناب عبد اللہ بن ابی یعفور نے ایک دفعہ بڑا مبتلیٰ بہ شرعی مسئلہ امام جعفر صادقؑ سے سوال کر لیا جو رہتی دنیا تک مومنین کو جس مسئلہ سے سروکار ہے عبد اللہ بن ابی یعفور کہتے ہیں کہ میں

9۔ وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا (سورہ مریم: آیت ۳۲) صرف ماں نہیں اطلاق ہے۔

10۔ الکافی: ج ۲، ص ۲۸۷، باب الکبائر۔

https://downloadshiabooks.com/

نے مولا امام صادق سے عرض کیا :" نما یعرف عدالة الرجل بین المسلمین حتی تقبل شهادته لهم و علیهم ؟" وہ اعمال و کردار یا چال چلن کیا ہیں ؟ جس کے ذریعہ مسلمانوں کے درمیان کسی شخص کی عدالت معلوم ہو سکتی ہے اور پھر اس شخص کی گواہی کو مسلمانوں کے خلاف یا ان کے حق میں قبول کی جاسکتی ہے سوال میں یہ عنوان بڑا اہم ہے کہ " حتی تقبل شهادته لهم و علیهم " جس کے بعد اس عادل کی گواہی کو مسلمانوں کے حق میں بھی قبول کیا جائے گا اور ان کے خلاف بھی اس کی گواہی قابل قبول ہو گی۔

حضرت امام صادقؑ نے تفصیل سے عبد اللہ بن ابی یعفور کو جواب دیا ہے لیکن محل بحث سے متعلق عبارت حضرت امام صادقؑ یوں ہے " و یعرف باجتناب الکبائر التی اوعد الله علیها النار " اور اس کی عدالت کو ان گناہوں سے بھی پرہیز کے ذریعہ پہچانا جائے گا جن گناہوں پر اللہ نے جہنم کی دھمکی دی ہے پھر امام چند گناہوں کو ذکر کرنے کے بعد "و غیر ذالك" بھی کہتے ہیں یعنی بعنوان مثال چند گناہان کبیرہ کا ذکر کرتے ہیں پھر واضح کرتے ہیں کہ اس کے علاوہ بھی ہیں اور ان گناہوں میں سے ایک کہ جس پر جہنم کا وعدہ من جانب اللہ دیا گیا ہے وہ عاق والدین ہونا ہے۔

یہ روایت صحیح روایت کی طرح اور اس کا شمار علامہ مجلسی اول نے روایات

https://downloadshiabooks.com/

تو یہ میں کیاہے یعنی سند کے اعتبار سے کوئی لیکن نہیں ہے اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد علامہ مجلسی اول فرماتے ہیں جن عیوب و ذنوب کا ذکر ہوا ہے روایت میں اس کے علاوہ کی تفتیش اور چھان بین نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ ہر انسان خطا کار ہے اگر ان امور کے علاوہ چھان بین کا سلسلہ جاری رہا تو گناہ ہو گا اور انسان بغیر امام جماعت، بغیر قاضی اور بغیر مرجع کے رہ جائے گا کیونکہ حضرات معصومینؑ کے علاوہ کوئی معصوم عن الخطا نہیں ہے۔

اس کے علاوہ نماز جماعت کے اہم اجر و ثواب سے محرومی بہت بڑا نقصان ہے حکم و قضاوت کے بغیر سماجی زندگی دشوار ہو جائے گی اور قضاوت میں عدالت شرط ہے لہذا مذکورہ امور سے ہٹ کر چھان بین نقصان دہ ہے اور سماج اتھل پتھل ہو جائے گا[11]۔

اللہ عزوجل نے خلائق پر اپنی عبادت واجب قرار دی ہے یہ اس کا حتمی فیصلہ ہے جس کے لئے اس نے قرآن مجید میں "قضیٰ" کا لفظ استعمال کیا، حکم یا امر کا لفظ نہیں، لیکن ذہن میں یہ شبہہ پیدا نہ ہو کہ جب اس کا حتمی فیصلہ ہے اور اس نے قضاوت کر دی ہے کہ بس اس کی عبادت کی جائے تو پھر بندے بتوں کی پوجا کیوں کرتے ہیں؟

11۔ روضۃ المتقین: ج۶، ص۱۲۵۔

https://downloadshiabooks.com/

جواب یہ ہے کہ اللہ نے یہ فیصلہ حتمی یعنی غیر قابل تردید فیصلہ ضرور کیا ہے مگر حتمی کا مطلب اجباری و اضطراری فیصلہ نہیں ہے بلکہ کلمہ حتمی بھی استعمال کرنا مناسب نہیں ہے اللہ کے اوامر اور قضاء و قدر الہی دو قسم کے ہیں "قضاء لازم و قدر حتمی" جس کے مقابل میں قضاء و قدر بمعنٰی امر و حکم الہی ہے یعنی اللہ کا دستور و حکم تو یہی ہے کہ بس اس کی عبادت کی جائے لیکن اس نے اس دستور کو ملزم و حتمی قرار دے کر بندوں کو مجبور یا مضطر نہیں کیا ہے بلکہ انھیں اختیار دے رکھا ہے یہی صورت حال قرآن مجید میں والدین کے ساتھ نیکی اور اچھے سلوک کے حوالہ سے خدا کی قضاوت و فیصلہ کی بھی ہے ارشاد پروردگار ہوتا ہے: "وقضیٰ ربك ان لا تعبدوا الّا ایاه و بالوالدین احسانا"[12] "اور تمہارے پروردگار کا فیصلہ یہ ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ احسان و نیکی کرو"۔

اس آیت کریمہ کو امام امیر المومنینؑ نے اس وقت اپنے کلام کا حصہ بنایا ہے جبکہ ایک مومن بزرگوار نے امام سے سوال کیا تھا کہ مولا یہ بتلائیں کہ یہ جو ہم شام گئے صفین میں جنگ کی زحمتیں اٹھائیں زخم کھائے اور نہ جانے کتنے پاپڑ بیلے ہیں مولا کیا یہ سب خدا کی قضاء قدر کے مطابق تھا؟ تو امامؑ نے فرمایا: اس خدا کی قسم جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور خلائق کو پیدا کیا ہے ہم نے کسی ایک قدم کو نہیں رکھا ہے کسی ایک وادی میں نہیں اترے ہیں کسی ایک بلندی پر نہیں چڑھے ہیں مگر یہ کہ سب

12۔ سورۂ اسراء: آیت ۲۳۔

https://downloadshiabooks.com/

کاسب قضاء قدر الہی کے مطابق تھا۔

اس موقع پر وہ بوڑھا مومن غازی بول پڑتا ہے " عند اللہ احتسب عنائی " میں اللہ کے نزدیک اپنی ساری زحمتوں اور تھکن کو سپرد کرتا ہوں وہ اس جملہ سے یہ کہنا چاہتا ہے کہ تلوار میں نے چلائی زخمی میں ہوا کوفہ سے شام تک سفر کی زحمتیں و صعوبتیں میں نے برداشت کیں جنگ میں ہمہ وقت موت کے لالے مجھے پڑے رہتے تھے جب یہ سب کچھ خدائی قضاء و قدر کے مطابق تھا تو پھر مجھے " واللہ ماریٰ لی من الاجر شیئاً " بخدا قسم ان زحمتوں پر کچھ اجر و ثواب نہیں ملے گا امام علیؑ نے فوراً اس بوڑھے مرد مجاہد کی غلط فہمی کو دور کیا اور فرمایا "بلیٰ ایہا الشیخ لقد عظّم اللہ اجرکم " ہاں اے بزرگوار! اللہ نے تمہیں عظیم اجر سے نوازا ہے تمہاری زحمتوں پر تمہیں ثواب دیا ہے ایک ایک وار اور ایک ایک قدم پر تمہارے نامۂ اعمال میں اجر و ثواب رقم ہوا ہے تم کیسے کہہ رہے ہو کہ تمہیں کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا سنو" لقد عظم اللہ اجرکم ، بمسیرکم و انتم سائرون و فی منصرفکم و انتم منصرفون " اللہ نے نہ صرف یہ کہ تمہارے سفر شام میں میدان جنگ میں تیر و تلوار کے ہر ہر وار پر اجر و ثواب دیا ہے بلکہ یہ تمہاری واپسی اجر و ثواب سے خالی نہیں ہے تمہیں جہاد کے لئے جاتے وقت بھی اجر و ثواب ملا ہے واپس ہوتے ہوئے بھی اجر و ثواب پا رہے ہو پھر اجر و ثواب

https://downloadshiabooks.com/

پانے کی علت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں " **لم تکونوا فی شئی من حالاتکم مُکرھین ولا الیھا مضطرین** " تم سب جہاد میں شرکت ، تلوار چلانے میں اور نیزہ و تیر پھینکنے میں پابازنجیر غلاموں کی طرف مجبور نہیں تھے بااختیار آئے ہو تمہیں کسی نے مضطر و مقہور کر کے میرے ساتھ میدان جہاد میں نہیں لا کھڑا کیا ہے اگر ایسا ہوتا تو یقیناً اجر و ثواب نہ ملتا لیکن قدم قدم پر اور ایک ایک وار میں تم خود مختار تھے لہذا تمہیں ہر ہر قدم پر اجر و ثواب ملا ہے۔

وہ بوڑھا غازی کہتا ہے مولا یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اجر و ثواب پائیں اور یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ہم مجبور و مقہور اور مضطر نہیں تھے جبکہ الٰہی قضا و قدر ہمیں کھینچ کر میدان صفین لے گئی اور ہم آنے جانے میں قضا و قدر الٰہی کے پابند تھے ؟ تو امام نے فرمایا " **ویحك لعلك ظننت قضاءً الازماً و قدراً حتماً** " اللہ تمہارا بھلا کرے شاید تم نے یہ خیال کر لیا ہے کہ یہ قضا، قضاء لازم اور قدر ، قدر حتمی تھی ؟ نہیں ایسا نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو ثواب و عقاب باطل ہو جاتا اچھائی کرنے والا قابل مدح و ستائش اور برائی کرنے والا قابل مذمت و سرزنش نہ ہوتا خبر دار یہ قدریوں اور جبریوں کا باطل خیال ہے " **ان اللہ امر تخییراً و نھیٰ تحذیراً** " اللہ نے جو بھی حکم دیا ہے چاہے اس کے لئے امر کا صیغہ استعمال ہوا ہو یا قضیٰ و قدر و حکم کا صیغہ ، ان تمام صورتوں میں اللہ نے بندوں کو حکم دینے کے ساتھ اختیار بھی دے رکھا ہے نہی کرنے میں جبر نہیں ہے بلکہ ڈرانے دھمکانے کی صورت ہے۔

https://downloadshiabooks.com/

اس بوڑھے نے پھر پوچھا کہ مولا آپ کے اس فرمان کا پھر کیا مطلب ہے کہ ہم نے کوئی قدم نہیں اٹھایا مگر قضاو قدر الٰہی کے مطابق کوئی وار نہیں کیا مگر قضاو قدر الٰہی کے مطابق ہمارا شام کا سفر آنا جانا سب کا سب قضاء و قدر الٰہی کے مطابق تھا تو امام نے فرمایا: اے بزرگوار "ذالك الامر من الله والحكم" ہمارا ہر ہر قدم اور ہر ہر وار اور آمد و رفت سب کا سب امر و دستور الٰہی کے مطابق تھا بس یعنی قضاء و قدر الٰہی کا مطلب اس کے حکم و دستور کے مطابق ہم نے جنگ کی ہے وار کئے ہیں سفر کیا ہے مگر اپنے اختیار سے کیا ہے پابازنجیر غلاموں کی طرح کھینچ کے نہیں لے جائے گئے ہیں پھر امامؑ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی "و قضیٰ ربك ان لا تعبدوا الا ایاہ و بالوالدین احسانا" اللہ نے صرف اپنی عبادت کا حکم دیا ہے بندے با اختیار چاہیں تو خدا کی عبادت کریں اجر و ثواب حاصل کریں اور چاہیں تو غیر اللہ کی پرستش کریں اور سزا پائیں، اسی طرح اللہ نے والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کا فیصلہ سنا دیا ہے بندے اپنے اختیار سے چاہیں تو ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کریں اجر و ثواب حاصل کریں اور چاہیں تو انھیں ماریں پیٹیں ان پر ظلم و ستم کریں ان کا اختیار ہے لیکن سزا کے لئے بھی تیار رہیں کہ جو سزا بت پرستوں کو خدا دے گا اس سے کم سزا ماں باپ کے ساتھ ناز یبا رویہ اختیار کرنے والوں کے لئے نہیں ہو گی۔

حضرت امام علیؑ کی وضاحت کے بعد اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں وہ بوڑھا مجاہد بے پناہ خوش ہوا اور چار مصرعہ کہتے ہوئے اٹھ گیا:

https://downloadshiabooks.com/

انت الامام الذی نرجوا بطاعته یوم النشور من الرحمن رضواناً

اوضحت من دیننا ما کان ملتبسا جزاك ربك بالاحسان احسانا

"آپ وہی امام ہیں جن کی اطاعت کی بدولت ہمیں روز حشر پروردگار سے رضوان ورضایت الٰہی کے حصول کی امید ہے آپ نے ہمارے اوپر مبہم ومشکوک رہ جانے والے ہمارے دین کے ایک اہم مسئلہ کو واضح کر دیا ہے خداوند متعال اس احسان کے بدلہ آپ کو اپنے احسانات وعنایات سے مالامال فرمائے[13]۔

سید مرتضیٰ علم الہدیٰ اس آیت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ جس طرح خداوند متعال نے بتوں کی پوجا کا حکم نہیں دیا ہے کیونکہ "**والله یقضی بالحق**" وہ صرف حق کے ساتھ فیصلہ سناتا ہے برحق حکم ودستور جاری کرتا ہے اسی طرح اس نے والدین کا عاق ہونے کا بھی حکم ودستور نہیں جاری کیا ہے ماں باپ چاہے جیسے ہوں کافر ومشرک ہوں یا ظالم وسرکش ان کے ساتھ نیک سیرتی کا دستور وفیصلہ الٰہی ہے اور الٰہی فیصلہ ہمیشہ حق کے ساتھ ہوتا ہے لہذا ماں باپ کے حق میں زیادتی کرنے والا یہ جان لے کہ عاق والدین ہونے کا دستور باطل فیصلہ ہے اور خدا صرف حق فیصلہ کرتا ہے لہذا کسی بھی صورت میں عاقِ والدین کا جواز نہیں تلاش کیا جا سکتا ہے جس طرح کبھی بت پرستی کا جواز نہیں مل سکتا ہے۔

13۔ رسائل المرتضیٰ علم الهدیٰ: ج ۲، ص ۲۴۳۔

https://downloadshiabooks.com/

لاجواب اشکال

خلفاء جور نے یوں تو بہت سے ظلم و ستم کئے ہیں لیکن ان کے چاہنے والوں نے ان کے کرتوت کے اوپر خوب پردہ ڈالا ہے اور انھیں پاکیزہ طبیعت نیک کردار اور بزرگوار اصحاب قرار دے کر نوجوانوں اور خرد و شعور کے مالک مسلمانوں سے خلفاء جور کے کرتوت کو چھپایا ہے تاریخ میں ایسے کرتوت کی کمی نہیں ہے کہ جس کا مسلمانوں کے پاس کوئی جواب نہیں ہے انھیں کرتوت میں سے ایک جسے حضرت امام محمد باقرؑ نے اپنے دور میں بر ملا کیا ہے جس کا آج تک کوئی خلیفہ نواز مسلمان جواب نہیں دے سکا ہے امام باقرؑ فرماتے ہیں: ان العامرية و الكندية طلقهما قبل الدخول "ازواج نبی میں دو عورتیں ایسی بھی تھیں جنھیں دوسری ازواج نبیؐ نے بے وقوف بنا کر زوجیت رسول خداؐ سے خارج کر دیا اور وہ اب "ام المومنین" نہیں کہی جاتیں ایک کا تعلق قبیلہ عامر سے تھا جس کا نام تاریخ میں العامریہ کے عنوان سے ذکر ہوا ہے دوسری خاتون بنی کندہ قبیلہ سے تعلق رکھتی تھی اور الکندیہ کے عنوان سے معروف ہے رسول خداؐ سے رشتۂ زوجیت میں منسلک ہونے کے بعد مومنین کی ماں قرار پائیں مگر زوجیت کے اوپر رسول خداؐ کی ازواج (مطلقہ ہوں غیر مطلقہ) ہمیشہ کے لئے حرام ہیں اس لئے کہ عام طور سے کوئی بھی باپ اگر کسی عورت سے بیاہ کرے اور کسی بھی وجہ سے اسے طلاق دے دے تو وہ عورت اس کے بیٹے کی ماں کا درجہ رکھتی ہے باپ کی مطلقہ سے بیٹے کی شادی نہیں

https://downloadshiabooks.com/

ہو سکتی ہے۔

مگر بعد رسول خداؐ رسول خداؐ کی حرمت کا خیال نہیں رکھا گیا یہ دونوں مطلقہ خواتین دربار بکری میں پہنچی اور انھوں نے کہا یا ہمیں شادی کی اجازت ہو کہ ہم مومنین کی ماں کہلاتے ہوئے ان سے شادی نہیں کر سکتیں یا پھر ہمیں دیگر ازواج نبی کی طرح بیت المال سے شہریہ دو، پہلے خبیث نے دوسرے خبیث سے مشورہ کیا اور پھر دونوں نے متفقہ فیصلہ کرتے ہوئے ان دونوں عورتوں کو نکاح کرنے کی اجازت دے دی بقول امام باقرؑ: "**فلما قبض صلى الله عليه وآله رخص لهما ابو بكر و عمر في النكاح فتزوجتا**" ان دونوں نے بیت المال سے شہریہ کا مطالبہ کیا کر لیا کہ حکم خدا کو پس پشت ڈال کر بیٹوں کی ان کی ماؤں سے شادی کی اجازت دے دی گئی اور ان دونوں نے شادی کر بھی لی ایک کا شوہر پاگل ہو گیا دوسرے کا شوہر مبروص (کوڑھی) ہو کر مر گیا، امام باقرؑ نے ایک زبردست سوال اٹھا کر ابو بکر، عمر کو دائرہ ایمان سے خارج کر دیا ہے آپ فرماتے ہیں: "**و هم يستحلّون ان يتزوّجوا امهاتهم ان كانوا مومنين وان ازواج رسول الله صلى الله عليه وآله في الحرمة مثل امهاتهم**" کیا ابو بکر و عمر اور ان کے حوالی موالی اپنی اپنی ماؤں سے ازدواج کر سکتے ہیں؟ اگر وہ مومن ہیں ازواج نبی صلی

https://downloadshiabooks.com/

اللہ علیہ وآلہ حرمت واحترام میں ان کی ماؤں کی مانند ہیں[14]۔

علامہ مجلسی نے کیا خوب کہا ہے فرماتے ہیں :" تحریم ازواجه لما ذکرناه من النهی المؤکد عنه فی القرآن

۱۔ لا لسمیتهنّ امهات المومنین فی قوله تعالیٰ " ازواجه امهاتهم " "ہم نے جو محکم دلیل (نہی) قرآن مجید سے ذکر کی ہے اسی کی بنیاد پر ازواج نبیؐ مومنین پر حرام ہیں نہ اس لئے کہ انھیں قرآن مجید نے امھات المومنین کا عنوان دیا ہے اپنے اس کلام میں "اور نبی کریمؐ کی ازواج مومنین کی مائیں ہیں"۔

۲۔ ولا لتسمیته والداً ، لان ذالك وقع علیٰ وجه المجاز ،کنایة عن تحریم نکاحهن و وجوب احترامهن ومن ثم لم یجز النظر الیهن ولا الخلوة بهن۔۔۔[15] اور نہ ہی اس لئے کہ رسول خداؐ کو اللہ نے امت کا باپ قرار دیا ہے کیونکہ یہ باپ کا عنوان مجازی ہے اور اسی طرح امہات المومنین کا عنوان بھی مجاز ہے جو صرف اس بات کے کنایہ کے طور پر استعمال ہوا ہے کہ ازواج نبی سے نکاح حرام ہے اور ان کی حرمت کا خیال رکھنا واجب ہے اس لئے ان کے اوپر نظر کرنا بھی حرام ہے اور ان کے ساتھ اکیلے میں رہنا حرام ہے"۔

14۔ بحار الانوار: ج۱۶، ص۳۹۸۔

15۔ بحار الانوار: ج۱۶، ص۳۹۸۔

https://downloadshiabooks.com/

اتنی عظمت کیوں؟

سورۂ لقمان کی آیت ۱۴ میں اللہ نے والدین کے ساتھ نیک سلوک کو اپنی عبادت اور شکرانِ نعمت کے برابر کا درجہ دیا ہے ارشاد ہوتا ہے " ان اشکر لی ولوالدیك " تم میری شکر گزاری کرو اور اپنے والدین کے لیے بھی شکر گزار رہو یہاں آیت کریمہ میں اللہ نے شکر والدین کو تالی تلو شکر حق قرار دیا ہے آخر اس قدر ان کی عظمت کیوں ہے ؟ تو اس کا جواب ہمارے بزرگ علماء نے دیا ہے جس کا خلاصہ پیش خدمت ہے:

۱۔ ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ والدین اسی طرح بچوں کے وجود کا سبب اور ان کی تربیت کا سبب ہوتے ہیں جس طرح خداوند متعال ان کے وجود کا سبب اور ان کی تربیت کا کفیل ہوتا ہے والدین کے علاوہ لوگ کبھی کبھی بچوں کی تربیت کا سبب قرار پاتے ہیں ورنہ والدین ہی غالبا ان کی تربیت کا باعث ہوتے ہیں ان سے بڑھ کر صرف خدا ہے جو سببِ خلقت اور باعثِ تربیت ہے۔

۲۔ والدین اپنے بچوں پر جو بھی عنایتیں کرتے ہیں نوازتے ہیں رفاہ و آسائش فراہم کرتے ہیں اس کے بدلے میں بچوں سے واہ واہ کے خواہشمند نہیں ہوتے ماں باپ خدا اور اولیائے خدا کی طرح اپنی چپ زبان سے کہہ رہے ہوتے ہیں " لا نرید منکم جزاء و لا شکورا " ہم تمہیں آب و غذا دے کر تم سے

https://downloadshiabooks.com/

شکریہ و جزاء کے خواستگار نہیں ہیں۔

۳۔ والدین کا اپنے بچوں سے محبت ، جھکاؤ، رجحان ذاتی و فطری ہوتا ہے دوسروں کے میل ورجحان کا تعلق عارضی وضعی اور طاری ہوتا ہے یہ لگن ، یہ محبت خدا کی طرح اپنی خلائق سے ہوتی ہے خدا اپنی خلائق سے بالخصوص نیک بندوں سے بڑی محبت کرتا ہے۔

۴۔ خدا کی طرح والدین بھی اپنی اولاد کے لیے ہر قسم کے کمال کے خواہاں ہوتے ہیں ان کی عافیت و پُر سکون حیات کے لیے تمام زحمتیں اٹھاتے ہیں جیسا کہ خداوند متعال نے بندوں کے کمال کے لئے رسولوں کو بھیجا، کتابیں نازل کیں، راہ راست کی رہنمائی کی وغیرہ۔

۵۔ والدین اپنے بچوں کے کمال و ترقی سے حسد نہیں کرتے، جس طرح خالق اپنے بندوں کے کمال سے کینہ نہیں رکھتا، دوسرے لوگ ہو سکتا ہے اپنے سے زیادہ کمال دیکھ کر حسد کا شکار ہو جائیں مگر ماں باپ کو کمالِ اولاد سے خوشی و مسرت حاصل ہوتی ہے۔

رازو رمز تخلیق

یہ بھی ذہن نشین رہنا چاہیے کہ جس والدین کی شکر گزاری کو خدا نے واجب اور اپنے شکر کا تالی تلو قرار دیا ہے اور ان کے ساتھ نیک برتاؤ کو اپنی عبادت

https://downloadshiabooks.com/

کے پہلو میں واجب گر دانا ہے وہ ہمارے نسلی باپ تو ہیں ہی لیکن اس شکر گزاری اور اطاعت الٰہی کے پہلو میں اطاعت کا حق رکھنے والے واقعی اور اصلی ماں باپ حضرت رسول خداؐ اور حضرت امیر المومنین علی ہیں اس لئے کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا ہے "یا علی انت وانا ابوا ھذہ الامة" اے علیؑ! تم اور میں اس امت کے دو باپ ہیں یہ وہ حقیقت ہے جس کا اعتراف سب کو کرنا ہے اور مخالف ہو یا موالی دونوں نے اس روایت کو اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا ہے اس روایت کا قدیم ترین مصدر شیخ صدوق کی کتاب امالی اور جناب فتال نیشاپوری کی روضۃ الواعظین ہیں حد یہ ہے کہ حضرت رسول خداؐ بھی حضرت آدمؑ کی ولدیت اور والدیت کا تذکرہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں ایک روایت میں وارد ہوا ہے جس کو شاعر نے اپنے شعر میں پرو دیا ہے شاعر حضرت رسول خداؐ کی زبانی حکایت کرتا ہے:

وَانّی وان کنتُ ابنَ ادمٍ صورةً فلی فیه معنی شاهدًا بابوّتی

میں رسول خدا اگرچہ بشکل ظاہر اور سلسلہ نسب کے اعتبار سے حضرت آدم علیہ السلام کا بیٹا ہوں لیکن حضرت آدمؑ کے وجود میں جس روح کو پھوکا گیا ہے وہ میری روح کا حصہ تھا اگر میری روح کا ایک جزء جسم آدم علیہ السلام میں نہ پھونکا جاتا تو آدم بے جان بت اور بے روح مجسمہ رہ جاتے میں ان کی زندگی و حیات کا سبب ہوں لہٰذا ان کے وجود کا معنوی اور روحی باپ میں رسول خدا ہوں" فلی فیه

https://downloadshiabooks.com/

معنی شاھد بابوّتی" وجود آدم میں میری روح کا ہونا گواہ ہے کہ میں آدم کا باپ ہوں، کیا" لولاك لما خلقت الافلاك "اس بات کا گواہ نہیں ہے کہ ساری کائنات کے لنگر، باپ اور علتِ وجود حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

زیادہ تلخ وشیرین

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانہ میں ایک درباری قاضی القضاۃ اس نے بڑا نام کمایا تھا اور بہت معروف ہو گیا تھا کبھی کبھی امام صادقؑ کی خدمت میں بھی پہنچتا تھا اور کچھ نہ کچھ تبادلہ ٔخیال ہوتا ہی تھا ایک روز وہ قاضی، حضرت امام صادقؑ سے کہنے لگا "ای شئٍ احلیٰ ممّا خلق اللہ عزو جل " اے فرزند رسول! یہ بتلائیں کہ اللہ نے اپنی مخلوقات میں سب سے زیادہ میٹھی اور شیریں شیٔ کس چیز کو خلق کیا ہے؟ ہو سکتا ہے سوال کرنے والے قاضی القضاۃ یعنی ابن ابی لیلیٰ قاضی نے کھانے پینے کی چیزوں کی حلاوت کو مد نظر رکھا ہو لیکن امام جعفر صادقؑ کا جواب سنیئے فرماتے ہیں "الولد الشاب" کڑیل جوان بیٹا، باپ کے لئے سب سے زیادہ شیرین، میٹھا اور گوارا وپیاری شیٔ ہے اس سے زیادہ شیرین شیٔ میٹھی و پسندیدہ چیز، باپ کے نزدیک کوئی چیز نہیں ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ قاضی ابن ابی لیلیٰ نے کھانے پینے کی چیزوں کا قصد نہ کیا ہو کیونکہ پڑھا لکھا تھا جانتا تھا کہ شہد، کھجور وغیرہ میٹھی ہوتی ہیں اور یہ کوئی ایسی

https://downloadshiabooks.com/

شئ نہیں تھی کہ امام جعفر صادقؑ جیسی عظیم شخصیت حجتِ خدا اور امام معصوم سے قاضی القضاۃ جیسا شخص سوال کرتا! بہر حال اس کے بعد قاضی ابن ابی لیلیٰ نے فوراً پوچھ لیا مولیٰ تو اب یہ بھی بتلا دیجئے کہ کائنات میں اللہ کی خلق کردہ چیزوں میں سب سے زیادہ تلخ اور کڑوی شئ کیا ہے تو حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: فقدہ "جوان بیٹے کا فقدان، باپ کے لئے سب سے تلخ شئ ہے اس سے کڑوی چیز ایک باپ کے لئے کوئی متصور نہیں ہے ابن ابی لیلیٰ خود تو سرکاری سب سے بڑا قاضی تھا بڑا نامور اور حکومت کی نظر میں بڑا با اثر شخص تھا جن جباروں کے کہنے پر قضاوت کا بیڑا اس نے اٹھا رکھا تھا ان کو نظر میں لائے بغیر امام صادقؑ کو مخاطب قرار دے کر کہتا ہے " اشھد انکم حجج اللہ علیٰ خلقہ" میں گواہی دیتا ہوں کہ اے اہل بیتؑ آپ ہی لوگ اللہ کی اس کے خلائق پر حجت ہیں مطلب یہ کہ حکام و فرمانروایان چاہے جتنا حکمرانی اور طاقت کے زور پر لوگوں کے اجساد پر حکومت کر لیں لیکن واقعی معنوں میں خدا کی تمام خلائق پر اگر کوئی حجت و امام اور سربراہ خلائق ہے تو وہ آپ لوگ ہیں[16]۔

سخت و سیاہ چٹان

انسان کس قدر کمزور عقیدہ اور ضعیف الایمان ہے کہ کبھی پیدا ہوا چاہئے

16۔ الفقیہ: ج۱، ص۱۸۸۔

https://downloadshiabooks.com/

والے بیٹے کو مار ڈالنا چاہتا ہے اور کبھی اولاد کے لئے داد و فریاد کرتا ہے باپ کے چاہتے ہوئے اولاد ہو یا نہ ہو یہ اس کے اختیار میں نہیں ہے ماں کے چاہتے ہوئے مثلا اولاد نہ ہو یا ہو یہ اس کے بس میں نہیں ہے اللہ نے اپنے علم میں جتنے انسانوں یا حیوانوں کو خلق کرنے کی ٹھان لی ہے کوئی طاقت اسے خلق کرنے سے باز نہیں رکھ سکتی اور جن لوگوں کو اس نے ٹھان لیا ہے کہ بے اولاد ہی رہیں گے وہ ناکام و نامراد ہی رہیں گے چاہے وہ کائنات کے شریف ترین، عظیم ترین انسان فخر انبیاء و سید المرسلین کے گھر پہنچ جائیں اور جتنے پاپڑ بیلنے ہوں بیل لیں خطاب "ام المومنین" ملنے سے کوئی حقیقی ماں تھوڑی بن سکتی ہے! اسے کے بر عکس اگر علم الٰہی میں گذرا ہو کہ فلاں صاحب اولاد ہو گا تو وہ چاہے جتنی مخالفت کر لے ارادۂ الٰہی کو تبدیل نہیں کر سکتا اب حضرت امام سجادؑ کی ایک حدیث سنیئے جسے امام جعفر صادقؑ نے اپنے صحابی عبد الرحمن حذاء سے بیان فرمایا ہے کہ امام سجادؑ عزل میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے پھر اس بیان کے بعد آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی "وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِن بَنِي آدَمَ مِن ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوا بَلَىٰ"[17] اس کے بعد حضرت امام سجادؑ نے فرمایا کہ باپ دادا ساس سسر خاندان محلہ شہر بلکہ پورا ملک مل کر نس بندی پر اتر آئے اور یہ چاہے کہ ہم دو ہمارے دو یا ہم دو ہمارے کچھ نہیں کر سکتے امام فرماتے ہیں " کل شئی اخذ اللہ

17۔ سورۂ اعراف: آیت ۱۷۲۔

https://downloadshiabooks.com/

منه المیثاق فھو خارج و ان کان علیٰ صخرة صماء " جن جن ذروں نے روز الست روز میثاق اللہ کی الوہیت کی گواہی دی ہے وہ باہر آ کے رہیں گے چاہے انسان اپنے نطفہ کو سخت وسیاہ چٹان پر بہادے جنھیں پیدا ہونا ہے وہ پیدا ہو کے رہیں گے[18]۔

قطب الدین راوندی نے الدعوات میں جناب رسول خداؐ سے روایت درج کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ سابقہ امتوں میں تین لوگ کہیں سفر پر جارہے تھے کہ بارش شروع ہوگئی ان لوگوں نے کسی پہاڑی کے دامن میں پناہ لی کہ اتنے میں ایک چٹان اس پہاڑی کے دامن پر آکر ٹھہر گئی جس کے دہانے میں یہ تینوں لوگ پناہ لئے ہوئے تھے اور بالکل سے پہاڑی کا دامن بند ہو گیا ان میں سے کسی نے کہا اب ہم کیا کریں باہر سے ہمارے نشان بھی مٹ چکے ہوں گے کہ کوئی ہمارے نشان قدم کو دیکھ کر ڈھونڈھتا ہوا یہاں نہیں پہنچ سکتا یقیناً ہمارے اس ٹھکانے سے سوائے خدا کے کوئی واقف نہیں ہے لہذا آؤ ہم لوگ اپنے بہترین اعمال و کردار اور مضبوط فعل کا حوالہ دے کر خدا سے دعا کرتے ہیں شاید خداوند متعال ہمارے لئے باہر نکلنے کی کوئی راہ نکال دے ایک نے اپنے نہایت گھنونے عمل کا واسطہ دے کر اس فعل سے باز رہنے کا حوالہ دیا پیغمبر خداؐ فرماتے ہیں کہ چٹان کا ایک تہائی حصہ پہاڑی کے دہانے سے ہٹ گیا اور ان لوگوں کو اجالا دکھائی پڑا لیکن اتنا

18۔ الکافی: ج۵، ص۵۰۴۔

https://downloadshiabooks.com/

فاصلہ نہیں ہوا تھا کہ وہ وہاں سے باہر نکل سکتے ، دوسرے مزدور کی مزدوری سے خوب کما کر اسے سارا مال دے دینے کا حوالہ دیا تو دو تہائی چٹان ہٹ گئی مگر اب بھی باہر نہیں نکل سکتے تھے اور ان کی جان جا سکتی تھی۔

ان میں سے ایک نے بارگاہ خداوندی میں ہاتھوں کو اٹھا کر عرض کیا پالنے والے ! تو جانتا ہے کہ میں اپنے والدین کا بہت مطیع و فرمانبردار رہا ہوں اپنے بوڑھے ماں باپ کے لئے شب کی تاریکیوں میں دودھ دوھ کر لایا تھا لیکن جب دونوں کے پاس پہنچا تو وہ دونوں سو چکے تھے میں ان دونوں کے پاس رات بھر کھڑا رہا کہ کب ان کی آنکھ کھلے اور مجھ سے دودھ طلب کریں یہاں تک کہ صبح نمودار ہو گئی جب وہ دونوں بیدار ہوئے تب وہ دودھ ان دونوں نے تناول کیا اے خدا اگر تو سمجھتا ہے کہ میں نے وہ کام صرف تیری رحمت کی امید میں انجام دیا ہے تو ہمیں اس مصیبت سے نجات عطا فرما روایت میں وارد ہوا ہے کہ پھر کا تیسرا حصہ بھی ٹل گیا اور تینوں باہر نکل آئے اور ان کے جان بچ گئی علامہ راوندی اس مقام پر حاشیہ لگاتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ پیغمبر خداؐ کی اس حدیث سے عیاں ہوتا ہے کہ:

۱۔ نیک عمل سے انسان اس دنیا میں فائدہ اٹھا سکتا ہے اور اس کے لئے آخرت میں تو وہ عمل ذخیرہ و ثواب کا باعث ہے ہی۔

۲۔ جو شخص مصائب و مشکلات میں اللہ کی پناہ لینا چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ

https://downloadshiabooks.com/

دعا کی قبولیت کے لئے نیک اعمال اور اچھے کردار کا واسطہ بھی دیا کرے۔

بہر حال ماں باپ کے لئے قربانی وہ عمل ہے کہ دنیا میں بھی مفید ہے اور آخرت میں بھی اجر و ثواب کا باعث ہے۔

بوڑھے ہو جائیں اس کا کیا مطلب ہے؟

جناب مقدس اردبیلی اپنی ایک فقہی استدلالی کتاب جو کہ آیات الاحکام پر مشتمل ہے فرماتے ہیں کہ بوڑھے ہو جانے کا مطلب صرف سن رسیدہ ہو جانا نہیں ہے بلکہ ماں باپ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک اس قدر عاجز و ناتواں ہو جائے کہ بیٹے کے اوپر بوجھ بن جائے اور ایسی صورت میں ان دونوں کا کوئی پرسان حال نہ ہو اور وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک گھر میں ہو اسی بیٹے کے پاس ہو اور وہ خود سے کچھ نہ کر سکتے ہوں ظاہر ہے ایسی صورت میں بیٹے کے لئے بہت شاق ہو گا اور اسے نہایت صبر سے کام لینا ہو گا ہو سکتا ہے اس صورت حال میں ماں باپ اسے کوسیں بھی، پریشان کریں بداخلاقی کریں اور ایسی حرکتیں کریں جو بیٹے کی طبیعت پر بار ہی نہیں بے حد ناپسند اور گھنونی صورت حال پیدا ہو جائے کہ بیٹے کو ان کا پیشاب پاخانہ اور انھیں نہلانے دھلانے کی ضرورت پیش آئے یہ ساری صورت حال اور سخت و بدتر حالات پیدا ہو سکتے ہیں پھر بھی بیٹے کو ماں باپ کے حق میں ایسی صورتوں میں سے بھی "اف" تک کہنے کی اجازت نہیں ہے چہ جائے کہ اس سے بھاری کوئی بات

https://downloadshiabooks.com/

بول سکے۔

باپ مانند چچا

حضرت ابراہیم نے اپنے چچا کے کفر و شرک کے باوجود انھیں نام سے نہیں پکارا بلکہ نام کے بجائے کنیت یا القاب سے پکارا کرتے تھے یا پھر چچا تو کہہ ہی سکتے تھے لیکن ادبِ ابراہیمی اس بات کی اجازت نہیں دیتا تھا کہ چچا کو چچا کہہ کر پکاریں یا ان کا نام لے کر پکاریں جبکہ وہ کافر و مشرک تھے قرآن مجید نے "آذر" کا نام لیا ہے مگر ابراہیم کی زبانی نہیں بلکہ توضیحی بیان میں نام لیکر حضرت ابراہیم کے ادب و لحاظ کا اعلان کیا ہے اور ایک ہی کلام و مکالمہ میں جناب ابراہیمؑ نے چار مرتبہ "یا ابت" کہا ہے نیز ان کی مغفرت کے لئے دعا قرآن مجید میں ذکر ہوئی ہے جبکہ وہ گمراہ تھے۔

سورۂ قلاقل

قرآن مجید میں پانچ سوروں کا آغاز کلمہ " قل" سے ہوا ہے مجموعی طور پر ان سوروں کو " سُورِ قلاقل " کہا جاتا ہے اگرچہ عوام الناس کے درمیان ۴ قل مشہور ہیں لیکن قرآن کے پانچ سورے قل سے شروع ہوتے ہیں اور چہار سورے مختصر اور آخری پارے میں ہونے کے ناطے عوام میں چار قل کے عنوان سے معروف ہوئے ورنہ سورۂ جن بھی قل سے شروع ہوتا ہے۔

https://downloadshiabooks.com/

والدین کے ایصال ثواب کی خاطر بہت سے اعمال اور دعا و عبادات کا تذکرہ احادیث معصومینؑ میں موجود ہے جن پر آگے گفتگو کی جائے گی سر دست ایک روایت جناب رسول خداؐ سے نقل کی جاتی ہے جس کا تعلق والدین کے ایصال ثواب سے بھی ہے اور سور قلا قل سے بھی جناب شیخ ابراہیم کفعمی اپنی کتاب المصباح میں ۱۹ ویں فصل والدین سے مختص دعاؤں کے لئے قرار دیتے ہیں اور پھر نبی کریم سے والدین کے سلسلہ میں ایک نماز نقل کرتے ہیں جس کی ادائیگی پر حقوقِ والدین کی ادائیگی کے جیسا اجر و ثواب بیان ہوا ہے روایت یوں ہے "من صلّی لیلة الخمیس رکعتین بین العشائین بالحمد مرة و آیة الکرسی و القلاقل خمساً خمساً" جو شخص شب پنج شنبہ دو رکعت نماز، مغربین کے درمیان ادا کرے جس کی ہر دو رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ حمد اور آیت الکرسی اور پانچ پانچ مرتبہ "قل" سے شروع ہونے والی سورون کو پڑھے اور نماز کے سلام کے بعد ۱۵ مرتبہ استغفار "استغفر الله ربی و اتوب الیه" پڑھے اور اس نماز کا ثواب اپنے والدین کے لئے قرار دے تو جناب رسول خداؐ فرماتے ہیں "فقد ادی حقهما" اس بندے نے اپنے والدین کے حق کو ادا کر دیا ہے[19]۔

والدین کی حیات میں ان کی دیکھ ریکھ لازم ہے لیکن جو شخص ڈرپوک ہوتا

19۔ المصباح: ص ۱۶۲۔

https://downloadshiabooks.com/

ہے وہ اپنے والدین کو بھی چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوتا ہے لہذا مومن کو ڈرپوک نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ مومن پر جہاں بہت سے فرائض ہیں وہیں پر والدین کی حفاظت اورانھیں اشرار کے شر سے محفوظ رکھنا بھی لازم ہے حضرت امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ "لا تقارن ولا تواخ اربعة الاحمق و البخيل و الجبان و الكذاب ... و اما الجنان فانه يهرب عنك و عن والديه ..." [20] چار قسم کے لوگوں کے ساتھ ہم نشینی اختیار نہ کرو بلکہ ان سے میل جول بھی نہ رکھو اور ان کے قریب بھی نہ جاؤ کہ جن میں سے ایک ڈرپوک ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہ ضرورت کے وقت تمہیں اکیلا چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوگا بلکہ وہ اپنے والدین کو بھی خطرہ میں ان کی حفاظت کرنے کے بجائے انھیں چھوڑ کر بھاگ جائے گا۔

مردہ ماں باپ کا عاق بیٹا

جناب محمد بن مسلم حضرت امام محمد باقرؑ اور حضرت امام جعفر صادقؑ کے معتبر اور مخلص صحابی ہیں ایک روز حضرت امام باقرؑ، محمد بن مسلم سے فرماتے ہیں کہ اے محمد بن مسلم "ان العبد ليكون بارا بو الديه في حياتهما" کہ ہو سکتا ہے ایک بندہ اپنے ماں باپ کی زندگی میں ان کا بڑا خیال رکھتا ہو ان کے لئے ہر ضرورت کی چیز فراہم کرتا ہو بلکہ یوں کہہ دیا جائے کہ ماں باپ کے اشاروں پر ناچتا رہا ہو بیوی

20۔ الخصال: ج۱، ص۱۱۶۔

https://downloadshiabooks.com/

بچوں کے بجائے ماں باپ کا تابع رہا ہو اور ان کی دیکھ ریکھ بہت کرتا ہو لیکن بس ان کی زندگی تک ہی۔

ان کے مر جانے کے بعد وہ اپنے ماں باپ کی عنایتوں کو بھول بیٹھا ہو بیوی بچوں والا ہو گیا ہو یا پھر زندگانیٔ دنیا کی دوڑ بھاگ اور بھیڑ میں ماں باپ کو بھلا بیٹھا ہو حضرت امام باقرؑ فرماتے ہیں کہ زندگی میں تو وہ ان کا نیکو کار اور بڑا مہربان بیٹا رہا " ثم یموتان" پھر جب وہ دونوں مر جاتے ہیں تو پھر "فلا یقضی عنہما دینہما" نہ تو وہ ان کے قرضوں کو ادا کرتا ہے نہ ان کے وعدوں کو پورا کرتا ہے اور نہ ہی ان کی زبان کا خیال رکھتا ہے غرض کہ ان کے بقیہ جات چاہے وہ مالی ہوں یا عبادی جیسے قضا نماز و روزے وغیرہ کو ادا نہیں کرتا ہے "ولا یستغفر لہما " اور نہ ہی وہ ان کے لئے استغفار کرتا ہے یعنی خدا کی بارگاہ سے ان کے گناہوں کی مغفرت کے لئے دعا بھی نہیں کرتا ہے استغفار میں تو پیسہ وغیرہ بھی خرج نہیں ہوتا لیکن اپنی بیوی بچوں میں مست و مگن ہوتا ہے بھول بیٹھا ہے کہ اس کے ماں باپ بھی تھے ایسا نیکو کار بیٹا ایسا ماں باپ کا چہیتا بیٹا ایسا ماں باپ کا زندگی میں بہت خیال رکھنے والا بیٹا " فیکتبہ اللہ عاقاً" اللہ اسے عاق لکھ دیتا ہے اور عاق لکھنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ جہنم میں بھی جا سکتا ہے یا پھر شدید عذاب میں مبتلا ہو سکتا ہے یا پھر میدان محشر میں برسہا برس اسے جھیلنا پڑے گا اور جب تک اس کے ماں باپ راضی نہ ہو جائیں گے وہ جنت رسید نہیں ہو سکتا ہے۔

https://downloadshiabooks.com/

عاق، بار بن سکتا ہے

ٹھیک اسی کے بر عکس وہ بیٹا جو زندگی میں ماں باپ کا عاق تھا انھیں ستاتا تھا ان کا خیال نہیں رکھتا تھا بلکہ جوانی کے غرور میں مبتلا تھا یا پھر بیوی ایسی مل گئی تھی کہ جیسے ساس، سسر سانپ کی طرح ڈسنے والے لگتے تھے اور اس نے شوہر پر ایسا جادو کر رکھا تھا کہ مت پوچھئے خلاصہ کلام یہ کہ بھر پور طریقہ سے ماں باپ کا نافرمان و نالائق بیٹا تھا اور عملی طور پر عاق ہو چکا تھا مگر ماں باپ کے گذر جانے کے بعد اس کی عقل ٹھکانے آگئی اور اس نے اب یہ محسوس کیا کہ ماں باپ کے حق میں بہت جفاکار رہا ہے مگر وہ دونوں تو مر چکے ہیں لیکن اس نے ماں باپ کے قرضوں اور وعدوں کو پورا کیا ان کے واجبات متروکہ کو ادا کیا روزہ نماز وغیرہ کے جو جو نقائص تھے ان کی بھرپائی کی تو بقول حضرت امام باقرؑ "قضیٰ دینهما و استغفر لهما" اس نے ان کے قرضوں کو بھی ادا کیا اور ان کے گناہوں کی معافی تلافی بھی خدا کی بارگاہ میں کی اور جتنی نیکی و خیرات و صدقات اس کے بس میں تھا سب وہ کر رہا ہے امام باقرؑ فرماتے ہیں "فکتبه الله باراً" اب وہ نہ صرف یہ کہ عاق والدین نہیں رہ جاتا بلکہ اللہ اسے بارّ، یعنی ماں باپ کے ساتھ نیکی کا سلوک کرنے والا لکھ دیتا ہے۔

معمولی عقوق کا بیان

ہم جانتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدینؑ کی مادر گرامی مولا سجادؑ کی

https://downloadshiabooks.com/

ولادت کے پہلے عشرہ میں ہی اس دنیا سے رخصت ہو گئی تھیں یعنی ایام نفاس جو کہ دس دن تک ہوتا ہے انھیں ایام میں جناب شہر بانو دنیائے فانی کو خیر باد کہہ چلی گئی تھیں اور آپ کی قبر، قبرستان بقیع میں بنی تھی حضرت امام علی رضاؑ کی حدیث ہے آپ فرماتے ہیں:"انہا ماتت فی ایام نفاسھا بہ فسلمہ الحسین الیٰ ام ولدٍ له " حضرت شہر بانو امام سجادؑ کی ولادت کے دس دن کے اندر مر گئیں تھیں تو امام حسینؑ نے اپنی ایک کنیز کو بچہ سپرد کیا اور وہ امام سجادؑ کی پرورش کر رہی تھیں اور انھیں پروان چڑھا رہی تھی اور امام سجادؑ نے جب سے بولنا شروع کیا تھا اسی روز سے اس کنیز حسینؑ کو ماں کہہ کر پکارتے تھے۔

ابن شہاب زہری کا بیان ہے کہ " کان علی ابن الحسینؑ لا یا کل مع امہ و کان ابرّ الناس بامّہ "حضرت امام سجادؑ اپنی مادر گرامی یعنی کنیز امام حسینؑ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نہیں کھاتے تھے حالانکہ اس دور میں امام سجادؑ سے بڑھ کر ماں کے سلسلہ میں کوئی ایسا بارّ اور نیکو کار بیٹا تھا ہی نہیں، اب ظاہر ہے کہ جو شخص اپنی ماں کے سلسلہ میں ابرّ الناس ہو ،سب سے زیادہ نیکو کار ہو وہ اگر کھانا کھاتے وقت اپنی ماں کے ہمراہ کھانا نہ کھائے تو اعتراض و سوال تو ہو گا ہی کہ ایسا کیوں ہے ؟

اعتراض ہوا تو امام نے جو وجہ بتلائی ہے وہ کم ترین عاق ہونے کی معمولی ترین عاق ہونے کی علت ہے لہذا اس کا ہمیں خیال رکھنا چاہیئے امام سجادؑ فرماتے ہیں "

https://downloadshiabooks.com/

اخاف ان آکل معھا " میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں اپنی ماں کے ساتھ بیٹھ کر دستر خوان پر کھاؤں اور میری نگاہ اس شئ پر ہو جسے میری ماں نے بھی دیکھا ہے اور غفلت میں وہ لقمہ وہ شئ وہ روٹی یا کوئی دوسری شئ جس کو کھانے کا میری ماں نے ارادہ کیا تھا غفلت میں اسے میں کھا جاؤں "**فا کون قد عققتھا**" تو ایسی صورت میں تو میں عاق ہو جاؤں گا"**جنکے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے**" وہ کنیز امام حسینؑ تھیں ، مربی تھیں ماں نہیں تھیں حضرت امام سجادؑ ابرّ الناس تھے عام انسان نہیں تھے عقوق والدین ہونا گناہ کبیرہ ہے حضرت امام سجادؑ معصوم امام ہیں عاق والدین تو کبھی ہو ہی نہیں سکتے لیکن جو ادنیٰ ترین معمولی ترین عقوق کی جس عمل سے بو آتی ہے اس سے بھی بچنے کے لئے حضرت امام سجادؑ یہ کھانا کھانے کے لئے اس کنیز حسینؑ کے ساتھ نہیں بیٹھتے تھے۔

اب سوچیں ان بیٹوں کا کیا ہو گا جو ماں باپ کی اذیت کا سبب بنتے ہیں بلکہ جو ماں باپ کو اذیت دیتے ہیں روایات میں ہے ماں باپ کافر بھی ہوں تو بھی ان کے ساتھ نیکی کا سلوک کرنا ہے ان کی آواز پر آواز بلند کرنے کی اجازت نہیں ہے ان سے ناراض ہو کر انھیں برا بھلا کہتے ہیں خداوند متعال نے بھی ٹھان لی ہے جو سزا وہ اپنے مخالفین کو دے گا وہی سزا وہ ماں باپ کے ساتھ برائی کرنے والوں کو بھی دے گا ایسا انسان اگر مومن ہوا تو سزا بھگتنے کے بعد جنت ورنہ جہنم میں سڑے گا۔

https://downloadshiabooks.com/

انسانوں کو اپنے بچے سب سے پیارے ہوتے ہیں اگر بچہ واقعی طور پر چاہے جتنا بد شکل و سیاہ فام ہی کیوں نہ ہو ماں باپ اپنے بچوں پر اپنی جان چھڑکتے ہیں اور کائنات کی ہر شئ سے زیادہ اپنی اولاد سے پیار کرتے ہیں غالباً ماں باپ اپنی اولاد کے لئے انتھک کوششیں کر کے ان کے لئے ہر اچھی چیز فراہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں چونکہ اولاد کی محبت میں ماں باپ کبھی کبھی حد سے تجاوز کر جاتے ہیں اس لئے قرآن مجید نے کئی آیات میں اولاد کو باعث امتحان و آزمائش قرار دیا ہے اور فراقِ اولاد پر ماں باپ کو تسلی دی جاتی ہے اور اولاد سے محبت میں انھیں ٹوکا بھی ہے کیونکہ کسی چیز سے محبت انسان کو اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے اولاد تو بہر حال سب سے پیاری چیز کا نام ہے۔

تاریخ میں ذکر ہوا ہے کہ حضرت یعقوبؑ کے پاس کوئی اچھا سا پھل لایا گیا آپ اس پھل کو لے کر باہر نکلے کہ حضرت یوسف کو دے دیں کیا دیکھا کہ حضرت یوسفؑ بہت سے بچوں کے درمیان ہیں حضرت یعقوبؑ نے یہ بہتر نہیں سمجھا کہ اتنے سارے بچوں کے درمیان صرف اپنے لال یوسفؑ کو وہ پھل دیں اس لئے آپ نے اپنے ایک غلام کو قریب بلایا اور اس سے فرمایا کہ یہ پھل لے کر جاؤ اور اس جھرمٹ میں بچوں کے جو بچہ سب سے زیادہ پیارا اور خوبصورت ہے اسے یہ پھل دے دو اس غلام نے پھل کو لیا اور بچوں کے جھرمٹ میں آیا اور اس نے بچوں کے درمیان اپنے بچے کو بلا کر وہ پھل اسے دے دیا حضرت یعقوبؑ نے غلام کے اپنے

https://downloadshiabooks.com/

پاس آنے پر اعتراض کرتے ہوئے فرمایا کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ ان بچوں میں جو سب سے پیارا اور خوبصورت بچہ ہے اسے ہی دینا کیا تم نے میرے یوسفؑ کو نہیں دیکھا کہ وہ کس قدر پیارا اور خوبصورت ہے غلام نے کہا کیوں نہیں میں نے یوسفؑ کو بھی دیکھا اور دیگر بچوں کو بھی لیکن ان تمام بچوں میں مجھے اپنے لال سے زیادہ کوئی بچہ پیارا اور خوبصورت نظر نہیں آیا۔

تاریخ کہتی ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے غلام سے فرمایا: تم اپنے سیاہ فام بچے کو میرے حسین ترین یوسف کے جمال سے ملاتے ہو؟ اس غلام نے عرض کیا اے نبی یعقوبؑ یقیناً آپ کو اپنا بیٹا بہت پیارا ہے لیکن وہ آپ کو اپنی نظر میں پیارا ہے مگر میرا بیٹا ان تمام بچوں میں مجھے سب سے پیارا اور خوبصورت لگتا ہے اس لئے میں نے آپ کے حکم کے مطابق مجھے جو سب سے پیارا اور خوبصورت لگا اسے وہ پھل دے دیا ہے۔

یہ واقعہ کہاں تک صحیح ہے معلوم نہیں! بلکہ ہو سکتا ہے صحیح ہی نہ ہو لیکن اس حکایت میں جو بات پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے وہ آشکار ہے ماں باپ اپنے بچوں کو بہت عزیز ہوتے ہیں دوسروں کے بچے چاہے جتنے پیارے اور خوبصورت ہوں لیکن اپنی اولاد کو ماں باپ سب سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں مقابل میں اولاد کو بھی چاہیئے کہ ماں باپ کی اطاعت و فرمانبرداری میں کوتاہی نہ کریں قرآن مجید نے اولاد کو سختی کے ساتھ اپنے ماں باپ کے حق میں نیک سلوک کرنے کی تاکید کی

https://downloadshiabooks.com/

ہے۔

جو بچے تو اپنی کوتاہیوں اور نافرمانیوں کے باعث عملی طور پر ماں باپ کے عاق ہو جاتے ہیں ان کا انجام بخیر نہیں ہوتا قرآن مجید نے متعدد آیات میں ایک سب سے بڑے گناہ کو عاق والدین ہونا شمار کیا ہے احادث معصومینؑ میں اولاد پر ماں باپ کے حق میں بڑی ذمہ داری اور مسئولیت بتلائی گئی ہے اور عاق والدین کو شدید عذاب میں مبتلا ہونے کی دھمکی دی گئی ہے جناب رسول خداؐ فرماتے ہیں "ایاکم و عقوق الوالدین فان ریح الجنة توجد من مسیر الف عام ولا یجدھا عاق" خبردار عاق والدین کبھی نہ ہونا کہ جنت کی خوشبو ایک ہزار سال کی مسافت تک پہنچتی ہے لیکن عاق والدین جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکتا ہے اس روایت کا مفہوم یہ ہے کہ عاق والدین جنت سے ہزارھا ہزار سال کی دوری پر ہو گا اور جہاں تک خوشبوئے جنت پہنچ رہی ہو گی اس سے بھی کہیں دور عاق والدین ہو گا مطلب یہ ہے عاق والدین نہ داخل جنت ہو گا اور نہ ہی جنت کی ہزاروں سال کی مسافت تک پہنچ رہی خوشبو کو محسوس کر سکے گا۔

ایک اور روایت میں جناب رسول خداؐ فرماتے ہیں: "کل المسلمین یرونی یوم القیامة الا عاق الوالدین" بروز قیامت تمام مسلمان میرے دیدار سے مشرف ہوں گے سوائے عاق والدین کے کہ وہ مسلمان بلکہ مومن ہوتے

https://downloadshiabooks.com/

ہوئے بھی میرے دیدار سے محروم رہے گا رسول خداؐ کا دیدار بہت بڑا اشرف ہے ان کی زیارت دنیا میں ہو یا آخرت میں بیحد اجر و ثواب کا باعث ہے جو لوگ دیدار رسول خداؐ سے محروم رہیں گے یقیناً وہ ان کی شفاعت سے بھی محروم رہ جائیں گے اور نتیجہ میں سوائے جہنم کے اور کوئی ان کا ٹھکانہ نہ ہو گا خداوند متعال ہمیں ماں باپ کی نافرمانیوں سے محفوظ رکھے[21]۔ آمین

والدین کی دعا

اولاد کے اوپر والدین کی دعاؤں کا بہت اثر ہوتا ہے والدین ہی نہیں بلکہ ماقبل بزرگوں کی دعائیں یعنی دادا دادی وغیرہ کی دعائیں بھی اولاد میں اثر گذار ہوتی ہیں اور اس کا اثر تادیر بلکہ کبھی کبھی ہمیشہ باقی رہتا ہے تاریخ میں نہ جانے کتنے ایسے واقعات ہیں کہ جس میں دعا کرنے والا کب کا گذر چکا ہے لیکن اولاد اور نسل میں اس دعا کے مفید اثرات مرتب ہو رہے ہیں علامہ نعمۃ اللہ جزائری نے نور الانوار صفحہ ۲۱۹ پر لکھا ہے کہ ایک روز ابلیس لعین حضرت عیسیٰؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو جناب عیسیٰؑ نے اس سے پوچھ لیا "الك طمع منی" اے شیطان کیا تجھے کبھی میری ذات میں گمراہ کرنے کی لالچ پیدا ہوئی ہے اور تو نے یہ سوچا ہے کہ چلو عیسیٰؑ کو گمراہ کرتے ہیں ابلیس نے بڑے پتے کی بات کہی وہ بولا نہیں میں نے آپ کے گمراہ

21۔ مفتاح السرور: ج۲، ص۱۲۰۔

https://downloadshiabooks.com/

کرنے کی لالچ کبھی نہیں کی اور نہ ہی کر سکتا ہوں وجہ یہ ہے کہ " ان جدّتك ما ابقت لی فیك مطمعاً " آپ کی نانی نے میرے لئے آپ کی ذات میں کوئی چانس چھوڑا ہی نہیں ہے کہ آپ پر میرا بس چل سکے اور میں کسی معمولی سے کام میں بھی آپ کو گمراہ کر سکوں۔

بات یہ ہے کہ حضرت عمران پدر حضرت مریمؑ نے جب اپنی بیوی کو بشارت دی تھی کہ اللہ تمہیں ایک ایسا بیٹا عطا کرے گا جو مبارک ہو گا صوم وصلات کا حکم دے گا لمحہ بھر کے لئے شرک نہیں کرے گا وہ صاحب شریعت نبی اور صاحب کتاب رسول ہو گا اور وہ بڑا نبی اولوا العزم رسول ہو گا یہ سب کہہ کر حضرت عمران تو فوت ہو گئے لیکن بیوی کے یہاں ولادت بچے کے بجائے بچی کی ہوئی ماں کو چونکہ شوہر نبی تھے ان کی بات پر یقین تھا لیکن یہ نہیں جانتی تھیں کہ میری بیٹی کے یہاں ایسے صفات کا بیٹا پیدا ہو گا وہ سمجھ بیٹھی تھی کہ خود کے یہاں ایسا بچے ہو گا، بہر حال حضرت مریمؑ کی ولادت ہوئی تو ماں نے یعنی حضرت عیسیٰؑ کی نانی نے دعا کی جسے قرآن مجید نے اپنے دامن میں جگہ دے رکھی ہے مادر مریم نے کہا " وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ "[22] میں نے اپنی بیٹی کا نام مریم رکھا ہے اور میں اپنی بیٹی کو تیری پناہ میں دیتی ہوں اور اس کی

22۔ سورہ آل عمران: آیت ۳۶۔

https://downloadshiabooks.com/

ذریت کو بھی شیطان رجیم سے تیری پناہ میں دیتی ہوں آپ کی نانی کی دعا کو خدا نے قبول کر لیا نہ میرا کوئی بس آپ کی مادر گرامی پر چلا اور نہ آپ پر چلے گا کیونکہ نانی نے آپ کی ماں اور آپ کو اللہ کی پناہ میں دے دیا ہے۔

یہ آیت کریمہ در حقیقت حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی عصمت پر دلیل ہے اگر چہ اور بھی دلیلیں ہیں لیکن یہ آیت ماں بیٹے کی عصمت و طہارت اور عفت و پاکدامنی کی دلیل ہے کہ جسے اللہ کی پناہ حاصل ہو جاتی ہے اسے شیطان ملعون چھو بھی نہیں سکتا ہے بہکانے کا سوچ بھی نہیں سکتا ہے۔

اولاد کا گریہ

بچے جب بہت گریہ کرتے ہیں تو ماں باپ بھی کبھی کبھی جھنجھلا جاتے ہیں اور بچوں پر ہاتھ اٹھا دیتے ہیں لیکن روایات میں سال بھر تک بچوں کے رونے پر مارنے سے منع کیا گیا ہے رونے کے متعدد اسباب بیان ہوئے ہیں چند اسباب سن لیں:

ا۔ ایک سبب تو یہی ہے کہ بچے کو دنیا میں آتے ہی یہ الہام کر دیا جاتا ہے کہ دنیا میں آتو گئے ہو لیکن کچھ اپنے لئے یہاں جمع نہ کرنا کیونکہ تمہیں مرنا بھی ہے اور بچہ جو نہی موت کی بات سنتا ہے چیخنا شروع کر دیتا ہے مطلب یہ کہ ولادت کے بعد بچہ چاہے جتنی دیر میں روئے اس کا پہلا گریہ موت کے خوف سے ہوتا ہے۔

https://downloadshiabooks.com/

۲۔ دوسری وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ رحم مادر میں جو بچے کے ساتھ رطوبتیں تھیں وہاں مفید تھیں دنیا میں آنے کے بعد نہیں بلکہ ان رطوبتوں کا مفید ہونا مقررہ وقت تک تھا اس سے زیادہ وہ زہر اور مضر ہیں اس لئے بچہ گریہ کرتا ہے کہ وہ نقصان دہ ثابت ہونے والی رطوبتیں اس کے بد سے الگ ہو رہی ہیں یعنی یہ گریہ گویا خوشی کا گریہ ہے کہ زہر آلود رطوبتوں سے نجات ملی۔

۳۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ وہ اس فرشتہ کے دھاڑ سے گریہ کرتا ہے جو اسے رحم مادر میں ڈانٹا گیا تھا اور اس کا اثر باقی رہتا ہے اور بچہ اس خوفِ دھاڑ سے گریہ کرتا ہے یعی فرشتۂ الٰہی کی ڈانٹ گریہ کا سبب ہے۔

۴۔ روایات معصومینؑ میں وارد ہوا ہے کہ ولادت کے بعد بچہ کے گریہ کا سبب شیطان ملعون بھی ہے کیونکہ ہر بچہ کی ولادت کے وقت وہ آٹپکتا ہے اور جو نہی بچہ رحم مادر سے یا آپریشن سے باہر آتا ہے شیطان اس بچہ کو چھو دیتا ہے اس لئے بچہ روتا ہے یعنی بچے کو شیطان کا چھونا بالکل پسند نہیں ہے وہ اپنی پاکیزہ فطرت کے ساتھ وارد دنیا ہوا ہے لہذا فطری پاکیزگی اور شیطان سے نفرت وغیرہ اس کے چھونے سے رلا دیتی ہے۔

۵۔ پانچویں وجہ یہ ہے کہ بچہ نہ تو شیطان کی مس سے اور نہ ہی خوف موت سے اور نہ ہی رطوبت کے دور ہونے یا فرشتہ کے خوف سے روتا ہے بلکہ چار مہینہ

https://downloadshiabooks.com/

تک اس کا گریہ، گریہ نہیں اپنی زبان بے زبانی سے شہادتین کی گواہی ہے یعنی وہ لا اله الا الله اور محمد رسول الله کہتا ہوتا ہے اور پھر دوسرے چار ماہ تک اپنی پاکیزہ فطرت وعقیدت اور عالم ذر کی یاد کے پیش نظر حضرات محمد و آل محمدؑ پر درود و سلام بھیجتا رہتا ہے اور تیسرے چار ماہ میں اس کا گریہ در حقیقت گریہ نہیں دعا ہے وہ ۹ویں مہینہ کی ابتداء سے لے کر ۱۲ویں مہینہ کے آخر تک "اللھم اغفر لی ولوالدیہ" اپنے ماں باپ کے لئے دعا گو ہوتا ہے اس لئے ماں باپ کو ۱۲ویں مہینہ تک بچہ کو مارنے سے منع کیا گیا ہے کہ نہ تو اللہ کی وحدانیت کے خلاف ان کا ہاتھ چلے نہ محمد و آل محمدؑ پر درود وسلام کے وقت وہ مارے جائیں اور نہ ہی خود اپنے لئے دعا کر رہے بچے کو ماں باپ ماریں۔

۶۔ اور آخری وجہ جو روایات سے مستفاد ہوئی ہے یہ ہے کہ ولادت سے لے کر شعور پانے تک بچہ در حقیقت اپنے زمانہ کے حجت خدا کے دیدار سے مشرف ہوتا رہتا ہے وہ دیکھتا ہے امام معصوم حضرت مہدیؑ کو اور جب آپ اس کے پاس سے ہٹ جاتے ہیں تو وہ گریہ کرتا ہے اور یہ گریہ شوق دیدار امام زمانؑ میں ہوتا ہے لہذا ماں باپ یا کسی کو بھی بچہ کو مارنے سے منع کیا گیا ہے یہ تو رہی گفتگو بچہ کو نہ مارنے کی مگر بڑے ہونے کے بعد ہوشیار ہونے کے بعد بچوں کے مارنے کا حکم تادیب کے لئے ہے اذیت دینے کے لئے نہیں لیکن اگر ایسا وقت آجائے اور ماں باپ ایسے ہی پاجی ہوں کہ بچوں کو تادیب یا مزاح میں نہیں بلکہ ستانے اور بے عزتی کرنے لئے مار

https://downloadshiabooks.com/

رہے ہوں تو پھر کیا حکم ہے؟

جواب حضرت امام جعفر صادقؑ کی روایت میں موجود ہے آپ کلامِ پروردگار "وقل لهما قولا كريما" کی تفسیر میں فرماتے ہیں "ان ضرباك فقل لهما غفر الله لكما" اگر ماں باپ تمہیں ماریں کوئی جرم نہیں کیا ہے یا کسی بات پر ناراض ہو گئے ہیں اور آپ حق بجانب ہیں مگر وہ مار رہے ہیں تو اس موقع پر زبان پر اف نہیں آنا چاہیئے بلکہ قول کریم و شریف زبان پر جاری ہونا چاہیئے اور وہ قول کریم یہ ہے کہ "خدا آپ دونوں کو معاف فرمائے" حضرت امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ یہ جو خدا نے حکم دیا ہے کہ ماں باپ سے قول کریم کہو تو اس سے یہ نہ سمجھنا کہ پیاری پیاری باتیں کرنا مراد ہے وہ تو ذمہ داری ہے ہی قول کریم اس نازک موڑ پر ہے کہ ماں باپ مار مار کر مثلا بے عزتی کر رہے ہے اور آپ اف کے بجائے ان کے تھپڑ پر کہہ رہے ہیں "غفر الله لكما" حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں "فذالك منك قول كريم" اس نازک موقع پر تمہارا ان کی مغفرت کا طلبگار ہونا قول کریم ہے۔

ہم جسے گھڑ کی کہتے ہیں وہ تو ہرگز نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ قرآن مجید نے صریحی طور پر گھڑکنے سے منع کرتے ہوئے کہا ہے " لا تنهرهما " امام صادقؑ نے ماں باپ کی طرف سے تشدد اور مارتے وقت گھڑکنے سے بھی منع کیا ہے یعنی ماں باپ بیٹے کو پیٹ رہے ہوں تو بیٹے کو گھڑکنے کا بھی حق نہیں ہے بلکہ بھر نگاہ دیکھنے

https://downloadshiabooks.com/

سے بھی منع کیا گیا ہے شفقت بھری نگاہ ہونی چاہیئے اور اگر عادی ماحول ہو تب بھی نہ تو ان کی آواز پر ہمیں آواز بلند کرنے کی اجازت ہے اور نہ ہی ان کے ہاتھوں کے اوپر اپنا ہاتھ بلند کرنے کی اجازت ہے اور نہ ان کی آگے آگے چلنے کی اجازت ہے خدا اب کا بیڑا غرق کرے اور انھیں شدید عذاب میں مبتلا کرے جن لوگوں نے امت کے باپ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالبؑ پر تقدم و سبقت کی۔

بغیر ان شاء اللہ

قرآن مجید نے حضرت ختمی مرتبت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کو یہ دستور دیا ہے کہ آپ جب بھی آئندہ کے لئے کچھ بھی کہیں یا وعدہ کریں تو اس وعدہ میں اللہ عزوجل کی مرضی و مشیئت کا ضرور اضافہ کر دیا کریں یعنی ان شاء اللہ (اگر اللہ نے چاہا تو) کا بڑھا دینا وہ دستور ہے جس پر امت رسولؐ کو حکم خدا اور رسولؐ پر عمل پیرا ہونے کا حکم صادر کیا گیا ہے۔

ظاہر ہے کہ جناب رسول خداؐ اس کے پابند تھے اور آپ کے بعد آپ کی آل پاکؑ اس پر کاربند رہی ہے اور آج بھی مومنین جب بھی کوئی وعدہ یا آئندہ کی بات کرتے ہیں تو ضرور ان شاء اللہ کہتے ہیں ہاں مگر سورۂ کہف اس آیت کریمہ ۲۳ میں پیغمبر خداؐ کو منع کیا جا رہا ہے کہ آپ کبھی کوئی وعدہ میری مشیئت پر معلق کئے بغیر نہ دیجئے "وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ" اس

حکم کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس آیت کریمہ کے اترنے سے پہلے رسول خداؐ ایسا کرتے تھے یا کسی خاص محل میں آپ نے بغیر ان شاء اللہ کے وعدہ کر لیا ہو اور آیت نے آ کر ٹوکا ہو نہیں ایسا کچھ نہیں ہوا تھا بلکہ رسول خداؐ کو مخاطب قرار دے کر امت رسول خداؐ کو مراد لیا گیا ہے۔

حضرت امام باقرؑ اپنے مخلص صحابی جناب زرارہ سے فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد بھی ایک مرتبہ جناب رسول خداؐ نے بغیر ان شاء اللہ کے مستقبل کی بات کہی ہے اور ایسا نہیں ہے کہ جناب رسول خداؐ ان شاء اللہ کہنا بھول گئے تھے بلکہ آپ نے جان بوجھ کر ان شاء اللہ نہیں کہا تھا جس سے اس عمل اور بات کی بہت زیادہ پختگی اور یقینی ہونے کا اندازہ ہوتا ہے کیونکہ حکم خدا کے باوجود مستقبل کی بات میں رسول خداؐ کا ان شاء اللہ نہ کہنا بتلا رہا ہے کہ اس میں مشیئت الٰہی پر معلق کرنے کا پہلو ہی نہیں پایا جاتا تھا اور وہ بات حتمی و قطعی اور یقینی تھی اور وہ ہو کے رہے گی۔

اب وہ اہم اور مستقبل کی کون سی بات تھی؟ امام محمد باقر علیہ السلام کی زبانی ملاحظہ ہو امامؑ فرماتے ہیں: الا ادلّك علیٰ شئی لم یستثنی فیه رسول الله" اے زرارہ کیا میں تمہیں ایسی اہم بات کی طرف رہنمائی نہ کر دوں کہ جس میں رسول خداؐ نے استثناء نہیں کیا تھا یعنی حکم خدا کے ہوتے ہوئے بھی ان شاء اللہ

https://downloadshiabooks.com/

کہہ کر استثناء اور مشیئیت الٰہی پر معلق نہیں کیا ہے کیونکہ اسے پورا ہو کے رہنا ہے وعدہ خلافی ہونی ہی نہیں ہے اس اہم پہلو کو سنتے ہی جناب زرارہ نے فوراًہاں کر دی تو امام باقرؑ نے فرمایا: "الدعاء یرد القضاء و قد ابرم ابراماً و ضم اصابعه "[23] اے زرارہ وہ دعا ہے کہ دعاء مقرر و معین اور امضاء شدہ بلاء و قضاء کو بھی توڑ دیتی ہے یہ کہہ کر امام باقرؑ نے قضاء و قدر کی حتمیت اور شدت کو بیان کرنے کے لئے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں بھینچ لیا۔

اس تمہید کے بعد عرض یہ ہے کہ ہمارے ماں باپ نے ہمارے لئے بہت کچھ کیا ہے ہم ان کے لئے اگر کچھ نہیں کر سکتے تو کم از دعائیں تو کر سکتے ہیں دعاؤں اور عبادتوں کا مہینہ آ رہا ہے اپنے سگے ماں باپ کے ساتھ ان سے بھی زیادہ اولیٰ باپ حضرت امام مہدیؑ کے ظہور و فرج کی دعائیں کرنا نہ بھولیں، ہر شب ان شاء اللہ ظہور حضرت مہدیؑ کی دعا کریں گے تا کہ جلد از جلد ہمارے واقعی ماں باپ حضرت رسول خداؐ اور حضرت امیر المومنینؑ کے اوپر ڈھائے گئے ظلم و ستم اور تمام اہل بیتؑ اور ان کے ماننے والوں پر توڑے گئے مصائب کے پہاڑ کا انتقام لیا جا سکے (ان شاء اللہ ہر درس کے خاتمہ پر دعاء فرج امام زمانؑ پورے ماہ رمضان بھر پڑھی جائے گی)۔

23۔ الکافی: ج ۲، ص ۴۷۰۔

https://downloadshiabooks.com/

امام زین العابدینؑ کے ماں باپ اس قدر پاک و پاکیزہ تھے کہ بظاہر ان کے حق میں کسی دعا کی ضرورت نہیں تھی پھر بھی امام سجادؑ اپنے ماں باپ کے لئے بھی اور اپنی اولاد کے لئے بھی دعا کرتے تھے نہ ہم معصوم ہیں اور نہ ہمارے ماں باپ معصوم ہیں پھر ہماری ذمہ داری اپنی اولاد کی نسبت بھی اور اپنے ماں باپ کی نسبت بھی معصوم سے کہیں زیادہ بڑھ جاتی ہے لہذا ہم ان کی مغفرت اور درجات کی بلندی کے لئے ضرور دعا کریں گے ان شاء اللہ۔

شکرانۂ خدا و والدین

سورۂ اسراء کی آیت ۲۳ و ۲۴ میں خداوند متعال نے اپنی عبادت و پرستش کے فیصلہ کے ساتھ ماں باپ کی ساتھ نیکی کا سلوک کرنا، قطعی فیصلہ کے ساتھ ذکر کیا ہے خدا پسند نہیں کرتا کہ اس کا بندہ غیر خدا کی عبادت کرے اسی طرح خدا یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ ماں باپ کے ساتھ ان کے بچے بیہودہ و برا سلوک کریں بہر حال اس آیت کریمہ میں ذراسا فرق کے ساتھ دونوں حکم کو قضاء الہی قرار دیا گیا ہے یعنی عبادت خدا ہو بس ، یہ فیصلۂ قدرت ہے اسی طرح ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک ہو بس، یہ بھی فیصلۂ قدرت ہے۔

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ مقام شکر گذاری میں خداوند متعال نے یہ فرق بھی ختم کر دیا ہے اور ایک حکم و دستور کے تحت اپنا اور والدین کا شکرانہ ادا کرنے کی

https://downloadshiabooks.com/

بات کہی ہے ارشاد قدرت ہوتا ہے "ان اشکر لی ولوالدیك" دیکھو تمہیں میرا اور اپنے والدین کا شکریہ ادا کرنا ہے اس حکم و دستور الٰہی میں خدا اور والدین کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھا گیا ہے بابِ شکر میں ماں باپ، خدا کے شریک ہیں اور ہمیں مقام شکر میں شرک کی دعوت دیتے ہوئے خدا مشرک دیکھنا چاہتا ہے! آخر وجہ کیا ہے؟

وجہ امام علی رضاؑ سے سنیئے امامؑ فرماتے ہیں کہ اللہ نے اپنا اور والدین کا شکر ادا کرنے کا حکم ایک ساتھ اس لئے دیا ہے کہ "من لم یشکر لوالدیه لم یشکر الله" جو شخص اپنے والدین کا شکر گذار نہ ہو وہ لاکھ خدا کا شکر ادا کرلے وہ خدا کا شاکر بندہ نہیں ہے یعنی اس کے سارے شکرانے کے سجدے بیکار ہیں جس نے ماں باپ کا شکریہ ادا نہ کیا ہو اس نے خدا کا شکریہ ادا ہی نہیں کیا ہے ظاہر ہے کہ ہم نہ تو خدا کا کما حقہ شکریہ ادا کرسکتے ہیں اور نہ والدین کا، لیکن جس طرح اپنی توانائی بھر ہم خدا کے شکر گذار ہوتے ہیں سجدہٴ شکر کرتے ہیں وغیرہ اسی طرح ہمیں بقدر امکان والدین کا شکر گذار ہونا چاہیئے یہ ہے شکر خدا میں شرک کا جواز اور مشرک ہونے کا مطلب۔ (غلط فہمی نہ ہو)۔

شرک در شکر کی وجہ

آخر وہ کون کون سی خصوصیتیں ہیں کہ جن میں ماں باپ، خدا کے مانند ہیں

https://downloadshiabooks.com/

(بلا شبھہ) یعنی وہ اوصاف و کمالات کیا ہیں کہ جن کی وجہ سے خداوند متعال نے شکرانہ میں ماں باپ کو اپنا شریک قرار دے رکھا ہے اور ایک حکم شکر میں خدا اور بندگان خدا یعنی ماں باپ برابر کے شریک قرار دئے گئے ہیں حالانکہ خداوند متعال وحدہ لاشریک ہے چند وجہیں علماء نے بیان کی ہیں بطور خاص یہاں ذکر کیا جارہا ہے۔

۱۔ اللہ عزوجل نے ہمیں لباس وجود عطا کیا اور پھر ہماری پرورش و تربیت کی اور ہمارے لئے آب و دانہ فراہم کر رکھا ہے خدا کی عطا مسلسل ہے اور نعمت وجود کے ساتھ نعمت بقاء و حیات عطا کر رکھی ہے نہ ہم نے اس سے اپنا وجود مانگا تھا اور نہ ہی اسباب تھا یعنی روزی و روٹی اور نعمات کا تقاضہ کیا تھا اس نے پہلے سے ہماری حیات کی بقاء کے لئے آب و دانہ ہوا و فضا آمادہ کر رکھی ہے ٹھیک اسی طرح ہمارے ماں باپ ہمارے نعمت وجود کے عطا کرنے والے انھیں کے سبب ہم لباس وجود پانے والے اور انھیں کے زیر سایہ پروان چڑھنے والے اور تربیت پانے والے ہیں اور انھوں نے ہمارے لئے نعمات و اسبابِ حیات بقدر امکان فراہم کئے ہیں، خدا کے بعد اور معصومینؑ جن کی بدولت ہم اور ساری کائنات خلق ہوئی ہے ان کے بعد سب سے زیادہ ہمارے اوپر نعمتیں لٹانے والے ماں باپ ہیں لہذا خداوند متعال نے اپنے شکرانے کے ساتھ، ماں باپ کے شکرانہ کا مطالبہ کیا ہے۔

۲۔ خداوند متعال ہمہ وقت اپنے بندوں کی بھلائی چاہتا ہے انھیں پاکیزہ جنت میں طلب کر رہا ہے ان کی صلاح و فلاح کے لئے اس نے رسولوں کو بھیجا،

https://downloadshiabooks.com/

آسمان سے پاکیزہ کتابیں نازل کیں اپنے وجود پر دلائل اور بندوں کی زندگی منظم کرنے کے لئے شریعت بھیجی، ظاہری نعمتوں کے ساتھ ساتھ بندوں کی ابدی حیات کو سنوارنے کے لئے ہدایت اور ہدایت گروں کا سلسلہ قائم کیا اور وہ ہمیشہ اپنے بندوں کی صلاح و فلاح چاہتا ہے یہی صورت حال ماں باپ کی بھی ہے وہ اپنی اولاد کے لئے ہر صلاح و فلاح کے خواستگار ہوتے ہیں ہر کمال و جمال کے خواہاں ہوتے ہیں دوسرے تو خیر خواہ ہو کر حسد بھی کر سکتے ہیں مگر ماں باپ بچوں کی اپنے سے زیادہ ترقی پر بڑے مسرور و نہال ہوتے ہیں اگر اولاد بڑی ہو کر ماں باپ کے امور میں سارے ریکارڈ کو بھی توڑ دے تو ماں باپ کا قد بڑا ہوتا ہے اور وہ اسے فال نیک جانتے ہیں دوسرے نہایت شفیق ہو کر بھی اپنے سے اونچا دیکھنا شاید ہی پسند کریں مگر یہ ماں باپ ایسے ہیں کہ بچوں کی قد آوری سے خوش ہو کر بس دعائیں ہی دیتے ہیں اور اولاد کے لئے ہر کمال کے طالب رہتے ہیں لہذا خداوند متعال نے ان کے شکرانہ کو اپنے شکرانہ کے ساتھ متصل کر دیا ہے اور دونوں کا شکریہ ادا کرنا واجب و لازم ہے اندازِ شکر بھلے ہی الگ الگ ہو مگر حکم و دستورِ شکر میں یکسانیت و شراکت ہے جو ماں باپ کی عظمت کو دوچند کر دیتا ہے۔

واجبات میں رخصت

اللہ عزوجل نے جن فرائض کو بندوں پر عائد کیا ہے ان میں سبھی فرائض بعض حالات میں ساقط ہو جاتے ہیں سوائے چند فرائض کے ، ان میں سر فہرست

https://downloadshiabooks.com/

حضرات محمد و آل محمدؑ بالخصوص حضرت امیر المومنین علیؑ کی محبت ہے یہ وہ فریضۂ الٰہی ہے جو ہر شخص پر لازم و واجب ہے اور کسی حال میں ساقط نہیں ہے مرتے مرتے، ڈوبتے ڈوبتے، جلتے جلتے اس فریضہ کی ادائیگی سے چھوٹ نہیں ہے نماز روزہ حج وغیرہ میں بعض اوقات اور امکانات میں چھوٹ ہے مگر ولایت معصومؑ اور اجر رسالتؐ یعنی محبت اہل بیتؑ سے کسی بندہ کو چھوٹ نہیں ہے۔

ٹھیک اسی طرح والدین کے ساتھ نیکی کا سلوک کسی صورت میں ساقط نہیں ہوتا ماں باپ مشرک ہوں منافق ہوں دشمن اہل بیتؑ ہوں ناصبی ہوں بہر حال ان کے ساتھ نیکی کا سلوک روا رکھنا ہر صورت میں لازم ہے اور یہ وہ واجب و لازم العمل کام ہے جس میں خداوند متعال نے کسی صورت رخصت نہیں دی ہے حضرت امام محمد باقرؑ کا ارشاد گرامی ہے "ثلاث لم یجعل اللہ عزو جل لاحد فیھن رخصة" تین فریضے ایسے ہیں کہ بلا استثناء اس میں کسی کو اللہ نے رخصت عطا نہیں کی ہے "لاحدٍ" کی عمومیت حتی انبیاءؑ و مرسلینؑ کو شامل ہے اگر انبیاءؑ و ائمہؑ کے لئے ایسے حالات رو نما نہیں ہوتے لیکن فرض یہ ہے کہ اگر ایسے حالات پیش بھی آجائیں تو انھیں بھی اس فریضہ کو انجام دینا ہے اور کوئی چھوٹ نہیں ہے ان میں سے ایک "برّ الوالدین برّین کانا او فاجرین" والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ہے چاہے ماں باپ نیکو کار ہوں یا بد کار دوسری دو چیزیں جن میں رخصت نہیں ہے وہ ایفاء وعدہ اور اداء امانت ہے چاہے جس سے وعدہ کیا ہو کافر و ملحد

https://downloadshiabooks.com/

ہو یا منافق و ناصبی، اسی طرح جس کی امانت آپ کے پاس ہے اسے ادا کرنی ہے چاہے وہ منافق کافر ہو یا ملحد ناصبی۔

مردود الدعاء

لاشک ولاریب کہ دعائیں بڑی اثر گذار ہوتی ہیں دعائیں، آتی ہوئی بلاؤں کو ٹال دیتی ہیں اور پختہ و حتمی ہو جانے والی مصیبتوں کو بھی دعائیں بکھیر دیتی ہیں اور نبیؐ و ولیؑ کی بد دعا سے بھی ہم انسان دعاؤں میں خلوص اور خدا اسے باقاعدہ دل لگا کے بچ سکتے ہیں لیکن ایک ایسا بھی برا کام ہے کہ جس کے بعد دعاؤں کا مردود ہو جانا اس طرح حتمی ہے جس طرح دعاؤں سے حتمی بلاؤں کا ٹل جانا حتمی و لازمی ہے اور وہ ہے ماں باپ کے ساتھ برا سلوک اور ان کا عاق ہو جانا بلکہ بعض روایات میں صرف مردود الدعا ہونا نہیں بلکہ پوری فضا کا تاریک ہو جانا اور عذاب نازل ہو جانا بتلایا گیا ہے حضرت امام صادقؑ چند برائیوں کے اثرات کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں "**والتی تعجل الفناء قطیعة الرحم**" ان گناہوں میں سے کہ جو جلد انسان کو فنا کے گھاٹ اتار دیتے ہیں قریبی رشتہ داروں سے ترک تعلق ہے "**و التی ترد الدعاء و تظلم الھواء، عقوق الوالدین**" اور وہ گناہ جو صرف دعاؤں کو ہی مردود بارگاہ خداوندی نہیں کرتا بلکہ فضاء کائنات کو بھی آفتوں اور مصیبتوں کی کالی بدلی سے اندھیارا کر دیتا ہے وہ والدین کے ساتھ برا سلوک اور عاق والدین ہو جانا

https://downloadshiabooks.com/

ہے[24]۔

تلاوت قرآن اور والدین

ماہ مبارک رمضان، بہار قرآن کا مہینہ ہے اس ماہ میں کثرت سے تلاوت کا حکم ہے ایک آیت پورے قرآن کی تلاوت کا ثواب رکھتی ہے اور ماں باپ کو اپنی عبادتوں میں یاد رکھنا ہم سب کی ذمہ داری ہے قرآن مجید کے آدابِ تلاوت میں کھڑے ہو کر پڑھنے کا بھی حکم ہے جو احترام قرآن کہلاتا ہے بیٹھ کر بھی پڑھ سکتے ہیں اور اگر زبانی پڑھنا ہو تو لیٹ کر بھی تلاوت قرآن مجید کی جا سکتی ہے تمام صورتوں میں احترام قرآن ملحوظ خاطر رہنا چاہیئے۔

ماں باپ بھی ہماری طرح انسان ہیں ان سے بھی گناہ سرزد ہوتے ہیں ان کے عذاب کی تخفیف کے لئے بیٹوں کو ترکیب کرنی چاہیئے حضرت امام جعفر صادقؑ نے ایک راستہ یہ بتایا ہے کہ جس پر ہم عمل پیرا ہو کر تخفیف عذاب والدین کر سکتے ہیں امامؑ ارشاد فرماتے ہیں "قرائۃ القرآن فی المصحف تخفف العذاب عن الوالدین" قرآن مجید میں دیکھ کر تلاوت کرنے سے خداوند متعال ماں باپ کے عذاب میں تخفیف کر دیتا ہے موبائل مصحف نہیں ہے مصحف کا اطلاق ما بین الدفتین قرآن مجید پر ہوتا ہے لہذا ایک جلد قرآن ضرور گھر میں رکھیں تاکہ اس

24۔ الکافی: ج ۲، ص ۶۴۷۔

https://downloadshiabooks.com/

میں دیکھ کر تلاوت کر کے ماں باپ کے عذاب میں تخفیف کا باعث ہوں" **ولو کانا کافرین**" چاہے ماں باپ کافر ہی کیوں نہ ہوں[25]۔

والدین کے خلاف گواہی

سچی گواہی دینا بہت لازمی و واجبی کام ہے مگر یہ کہ کسی مومن کی جان کا خطرہ ہو قرآن مجید نے جہاں جھوٹی گواہی کی سخت مذمت کی ہے اور گواہی کے وقت گواہی نہ دینے پر سخت عذاب ہے وہیں سچی گواہی کے مطالبہ پر مومن کے حق میں گواہی دینا لازم ہے ارشاد قدرت ہوتا ہے " **كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ** " سچی اور عدل پر مبنی گواہی کے قیام کرنے والے بنو اس فقرے میں آگے ارشاد ہوتا ہے کہ " **شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ** " گواہی و گواہاں کو خدا کے لئے قیام عدل کرنا چاہیئے اور گواہی کی زد میں انسان خود آرہا ہو یا والدین یا قریبی رشتہ دار، یعنی خدا اور بندے کے درمیان جب سچی گواہی کا مسئلہ آجائے تو اپنے والدین کے خلاف بھی گواہی دی جائے گی۔

جناب شیخ صدوقؒ کے پدر گرامی قدر جناب علی بن بابویہ نے اس روایت کے سہارے زمانۂ غیبت میں حیرت و سرگردانی سے باہر نکلنے والے مطالب پر مشتمل ایک مختصر سی کتاب تالیف فرمائی ہے جس میں احادیثِ رجعت اور غیبت امام زمانؑ

25۔ الکافی: ج ۲، ص ۶۱۳۔

https://downloadshiabooks.com/

میں لوگوں کی ذمہ داریاں اور خاص طور سے امانت کے باب میں وارد ہونے والی احادیث کو جمع کیا ہے یہ مختصر مگر بڑی مفید کتاب ۸۷ حدیثوں پر مشتمل ہے جس کی ایک حدیث چونکہ ہمارے موضوع سے تعلق رکھتی ہے اس لئے اس کے سلسلہ میں کچھ مطالب پیش کئے جارہے ہیں پہلے حدیث کی صحت و سقم پر بات کرتے ہیں:

سند حدیث: یہ حدیث معتبر نہیں ہے کیونکہ اس روایت کے سلسلۂ سند میں ایسے لوگ ذکر ہوئے ہیں جن کے بارے میں رجال کی کتابوں میں یہ فقرہ آیا ہے " كان ضعيفاً غمز اصحابنا عليه و قالوا كان يضع الحديث "عبد الرحمن بن کثیر ہاشمی، جس نے اس حدیث کو امام جعفر صادقؑ سے نقل کیا ہے بنی عباس کا نمک خوار تھا یہ شخص عباس بن محمد بن علی یعنی عبد اللہ بن عباس کے پوتے کا غلام تھا نقل روایت میں ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ حدیثیں گھڑا کرتا تھا اس لئے علمائے شیعہ نے اس کی سرزنش کی ہے اور اس کو ناقابل اعتبار شخص قرار دیا ہے۔

اس کے علاوہ اس سند کے اندر ایک شخص اور بھی مہمل و مجہول الحال ہے جس کا نام تمیم بن بہلول ہے اس شخص کے بارے میں علمائے رجال میں سے کسی نے بھی کوئی بحث نہیں کی ہے کہ یہ شخص کون تھا؟ کہاں کا رہنے والا تھا؟ اور اس کے حالات کیا تھے ؟ لہذا اس کی نقل کردہ احادیث پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا ہے اسی طرح اس روایت کی سند میں بکر بن عبد اللہ بن حبیب مزنی ہے جس کے سلسلہ میں رجال

https://downloadshiabooks.com/

کی کتابوں میں مذمت وارد ہوئی ہے ان ساری بحثوں کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کسی صورت ان لوگوں کی نقل کردہ روایت پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا ہے۔

متن حدیث: جس حدیث کے سلسلۂ سند میں اس قدر خامیاں ہیں ظاہر ہے کہ اس کے متن میں بھی اشکال و اعتراض کے پہلو نکل ہی آتے ہیں کیونکہ نا قابل اعتبار لوگوں کے کلمات میں ایسی علامتیں اور قرائن مل ہی جاتے ہیں جس کی بدولت روایت کے جعلی یا کم از کم کتر بیوت کی ہوئی روایت کا اندازہ ہو جاتا ہے لہذا ضروری ہے کہ ہم پہلے متن روایت کے اندر موجود ان علامتوں اور قرینوں کو دیکھیں جن کے بعد روایت کا باطل جعلی اور غلط ہونا آشکار ہو جاتا ہے جاعل و ضعیف شخص عبد الرحمن بن کثیر ہاشمی کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان جاؤں (اس جملہ سے دھوکہ نہ ہو کہ سائل مومن اور مولائی ہے) کہ کیسے اولاد امام حسینؑ کو اولاد امام حسن مجتبیٰؑ پر فضیلت و برتری حاصل ہو گئی (حالانکہ امام حسن مجتبیٰؑ بڑے تھے اور وہ علیؑ و بتولؑ کی پہلی اولاد تھے) جبکہ دونوں کی عظمت و منزلت برابر ہے (بلکہ امام حسن مجتبیٰؑ کو خود امام حسینؑ نے اپنے سے بہتر قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے "اخی خیرٌ منی "میرا بھائی حسن مجتبیٰؑ مجھ سے بہتر و برتر ہیں۔

حضرت امام صادقؑ نے فرمایا ہے:" لا أرا کم تاخذون به" میں نہیں

https://downloadshiabooks.com/

سمجھتا کہ تم لوگ اس بات کو مانو گے (امام صادقؑ نے اس جملہ کے ذریعہ واضح کر دیا کہ سائل اور اس کے ہم فکر افراد کی حیثیت کیا ہے اور "**جعلت فداك**" کہنے والا کتنے پانی میں ہے) اس کے بعد امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جناب جبرئیل امین حضرت رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خدا کا یہ پیغام پہنچایا یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ امام حسینؑ کی ولادت نہیں ہوئی تھی جبرئیل نے پیغمبر خداؐ سے عرض کیا "**یولد لك غلام تقتله امتك بعدك**" آپ کے یہاں ایک بیٹا پیدا ہو گا جسے آپ کی امت آپ کی رحلت کے بعد قتل دے گی (یاد رہے کہ اس فقرے کی صحت کے بارے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے یہ جملہ متعدد روایات میں وارد ہوا ہے گفتگو ان فقروں پر ہے جو قابل اعتراض ہیں جو آگے آرہے ہیں) جناب رسول خداؐ نے فرمایا اے جبرائیل مجھے ایسے بیٹے کی ضرورت نہیں ہے اور آنحضرتؐ نے اس جملہ کو تین بار اپنی زبان اقدس پر جاری فرمایا اور پھر کسی کو حکم دیا کہ جا کر علی بن ابی طالب کو بلا لائے جب امام علیؑ تشریف لائے تو رسول خداؐ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا اے علیؑ ابھی جبرائیل نے مجھے خدا کی طرف سے یہ پیغام پہنچایا ہے کہ آپ کے یہاں ایک ایسا بیٹا پیدا ہو گا جسے تمہاری امت تمہارے بعد قتل کر دے گی تو میں نے کہہ دیا کہ مجھے ایسے بیٹے کی ضرورت نہیں ہے مولا امیرؑ نے بھی عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ مجھے بھی ایسے بیٹے کی ضرورت نہیں ہے لیکن جناب رسول خداؐ نے مولاؑ کو مخاطب قرار دے کر تین بار فرمایا کہ "**انه یکون فیه**

https://downloadshiabooks.com/

وفی ولدہ الامامۃ (بعض نسخوں میں ائمہ وارد ہوا ہے) **والوراثۃ والخزانۃ**" اس بیٹے کو اور اس کی اولاد میں امامت خلق، وراثت انبیاء و مرسلین اور خزانۂ علم و دانش ہو گا اس موقع پر روایت میں مولا علیؑ کا سکوت یا اقرار ذکر نہیں ہوا ہے لیکن جس طرح جبرائیل کے بیان پر جناب رسول خداؐ نے رضایت دے دی تھی اس طرح یقیناً امیر المومنینؑ نے رضایت دے دی ہو گی جیسا کہ بعد کے بیان سے نتیجہ نکلتا ہے۔

جناب رسول خداؐ نے یہی پیغام حضرت فاطمہ زہراؑ کی خدمت میں پہنچایا اور انھوں نے بھی عرض کیا کہ بابا مجھے ایسے بیٹے کی ضرورت نہیں ہے تب جناب رسول خداؐ نے تین بار فرمایا کہ بیٹی "**لا بد من ان یکون ، و یکون فیہ الامامۃ والوراثۃ والخزانۃ**" اے بیٹی ایسا تو ہو کے رہے گا مطلب یہ ہے کہ یہ مسئلہ علم الٰہی میں گذر چکا ہے قدرت نے فیصلہ سنا دیا ہے اور اس امر میں ہمیں تسلیم ہونا پڑے گا اور اس لال کی شہادت کے عوض میں خدا نے امامت، وراثت اور خزانہ دار علم و حکمت کو اس لال میں اور اس کی اولاد میں قرار دیا ہے گویا رسول خدا یہ آشکار کر رہے ہیں کہ شہادت اس کا نصیب ہے جو اسے مل کر رہے گی اور اسی شہادت کی قبولیت و استقبال کی خاطر پہلے سے ہی اس بیٹے کو امام الخلائق اور اس کی اولاد میں ائمہ ہدیٰؑ قرار دئے ہیں۔

https://downloadshiabooks.com/

جناب سیدہؑ نے رسول خداؐ سے یہ سن کر اپنی رضایت کا اعلان کر دیا اور عرض کیا بابا: "رضیت عن اللہ" میں اللہ کے اس فیصلہ پر راضی و خوشنود ہوں، بس پھر کیا تھا جناب سیدہؑ امام حسینؑ سے باردار ہوئیں اور پھر ٦ ماہ میں آپ کی ولادت ہوئی اور حضرت امام حسینؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے علاوہ دنیا میں کوئی بچہ ٦ ماہ کی بارداری کے ساتھ زندہ نہیں بچا ہے مگر یہ فقرہ اس روایت سے میل نہیں کھاتا کہ جس میں امام علیؑ نے ٦ ماہ کے متولد بچہ کو آیت رضاعت اور آیت حمل و فصال سے زندہ قرار دیتے ہوئے باپ کی طرف نسبت دی ہے، نیز حضرت عیسیٰؑ کے حالات میں ذکر ہوا ہے کہ آپ ٩ گھنٹہ یا چند روز کے حمل کے بعد باعجاز پیدا ہوئے ہیں البتہ حضرت یحییٰ بن زکریا کے لئے ضرور ملتا ہے کہ آپ ٦ ماہ میں پیدا ہوئے تھے جو کہ محل بحث روایت سے تضاد رکھتی ہے۔

اس روایت میں اور بھی قابل اشکال باتیں ہیں جیسے رسول خداؐ کا حکم خدا کے سامنے ابتداء میں تسلیم نہ ہونا اسی طرح مولائے کائناتؑ اور سیدہ کائناتؑ کا بھی ابتداء میں راضی و خوشنود نہ ہونا، بہر حال روایت میں آگے وارد ہوا ہے کہ حضرت ام سلمہ نے امام حسینؑ کی ولادت کے بعد ان کی کفالت شروع کی اور جناب رسول خداؐ ہر روز آتے تھے اور اپنی زبان مبارک امام حسینؑ کے دہن مبارک میں رکھتے تھے اور امام حسینؑ ان کی زبان کو چوس کر سیر ہو جاتے تھے "**ولم یرضع من فاطمه علیها السلام و لا من غیرها لبنا قط**" اور امام حسینؑ نے نہ تو جناب

https://downloadshiabooks.com/

فاطمہ زہرا ؑکا اور نہ ہی کسی دوسری عورت کا دودھ کبھی نہیں پیا ہے۔

روایت کا یہ فقرہ نہ صرف یہ کہ جناب سیدہؑ کی شان میں توہین کا پہلو رکھتا ہے بلکہ واقع کے بھی خلاف ہے رسول خداؐ کے ذریعہ معجزاتی طور پر امام حسینؑ کا ان کی زبان مبارک سے سیر ہونا کوئی بعید چیز نہیں ہے بلکہ امام حسینؑ کی عظمت کا پہلو رکھتا ہے لیکن مطلق طور پر کسی خاتون کے ذریعہ امام حسینؑ کا دودھ نہ پینا خود اسی روایت کے اندر موجود آیت کریمہ کے معنی سے میل نہیں کھاتا کیونکہ قرآن کی اس آیت کو یہاں ذکر کیا گیا ہے کہ "وحملہ وفصالہ ثلاثون شہراً" حضرت امام حسینؑ کی ہی شان میں نازل ہوئی ہے اگر حمل چھ ماہ کا ہونے کے لئے یہ آیت دلیل ہے تو فصال کا کیا معنی کیا جائے گا کیونکہ فصال کا معنی ہی دودھ بڑھائی اور انقطاع رضاعت ہے جو بغیر شیر خوار تسلیم کئے ہوئے مصداق پیدا نہیں کرتی اس کے علاوہ امام حسینؑ کا جناب سیدہ کے شیر سے سیراب ہونے میں کیا مشکل تھی جناب سیدہؑ بیمار نہیں تھیں اور نہ ہی شیر کی کمی یا نفی کی شکایت تھی وغیرہ۔

والدین کی تعظیم

والدین کی تعظیم و تکریم صرف دین اسلام سے مخصوص نہیں ہے اگرچہ دین اسلام نے تمام ادیان و مذاہب کی نسبت سب سے زیادہ تعظیم و تکریم والدین کا حکم دیا ہے بلکہ تمام ادیانِ اسلامی و ملل و اقوام میں والدین کی تعظیم و تکریم کا حکم و

https://downloadshiabooks.com/

دستور رہا ہے یہی نہیں بلکہ والدین کی تعظیم و تکریم ہر ذی عقل و شعور کے ذہن میں مرکوز ہے اور ایک ذمہ دار شخص چاہے جتنا دین و شریعت سے بیگانہ ہو یا اصلاً کسی دین و مذہب کا ماننے والا نہ ہو اس کی فطرت میں ماں باپ کی عزت و تکریم رچی بسی ہوتی ہے یہ اور بات ہے کہ بعض لوگوں کی فطرت اس قدر مردہ ہو جاتی ہے کہ وہ سب کچھ بالائے طاق رکھ کر ماں باپ کے اوپر بھی ہاتھ اٹھا دیتے ہیں یا ان کی توہین و تذلیل کرتے ہیں۔

دین اسلام میں جس قدر والدین کی تعظیم و تکریم اور ان کے سلسلہ میں معصومینؑ کے ارشادات موجود ہیں انھیں شمار نہیں کیا جا سکتا مگر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ماں باپ کی اطاعت اور ان کی تعظیم و تکریم صرف زبانی دکھاوے کی نہیں ہونی چاہیئے بلکہ صمیم قلب سے ان کی تعظیم ہو ہر قسم کا ادب و لحاظ رکھنا ان کے اوپر شفقت و مہربانی کرنا ان کی خوشی میں مال و زر لٹانا ان کی سفارشات و وصایا کے مطابق عمل پیرا ہونا ان کے حق میں دعائیں کرنا یہ وہ اہم دستورات ہیں جنھیں دین اسلام اور شریعت محمدیؐ نے بڑی سختی و شدت سے نافذ کرنا چاہا ہے اور ماں باپ کو ذرا سی بھی گھڑکی سے منع کیا ہے بلکہ معمولی سا کلمہ "اف" بھی کہنے سے روک دیا ہے۔

مسموع دعا

کیا والدین کے حق میں اولاد کی دعائیں ان کے مرنے کے بعد بھی کارآمد

https://downloadshiabooks.com/

ثابت ہو سکتی ہیں جواب آشکار ہے کہ دین اسلام میں مر جانے والوں کے لئے صدقات خیرات اور اجر و ثواب کا سلسلہ جاری رہتا ہے ممکن ہے دوسرے ادیان و مذاہب میں اس کی کوئی خاص حیثیت نہ ہو مگر دین اسلام میں قرآنی آیات اور معصومی روایات سے آشکار ہے کہ مرنے والے کے نامہ اعمال خود اس کی نسبت بند ہو جاتے ہیں لیکن صالح اولاد اور وہ کارہائے خیر جس کا آغاز کر کے مرنے والا گیا ہے اس کے نامۂ اعمال میں اجر و ثواب لکھا جاتا ہے قرآن مجید کی متعدد آیات میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ اولاد کی دعا اپنے ماں باپ کے حق میں مرنے کے بعد بھی سنی جاتی ہے ورنہ مرنے کے بعد ان کے حق میں دعا کا حکم لغو ہوتا۔

ابو اُسید انصاری خدمت جناب رسول خداؐ میں دیگر اصحاب کے ساتھ موجود تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ بزم رسالت میں بنی سلمہ قبیلہ کا ایک شخص آکر رسول خداؐ سے کہنے لگا اے اللہ کے رسولؐ! میں نے اپنے ماں باپ کے حق میں ان کی زندگی میں مجھ سے جتنا کار خیر ہو سکتا تھا کیا اور ان کی رضا و خوشنودی حاصل کرتا رہا ہوں ان کے ساتھ نیک سلوک سے پیش آتا رہا ہوں اب میرے ماں باپ اس دنیا میں نہیں رہے تو کیا اب بھی میرے ذمہ ان کے حق میں مرنے کے بعد کچھ نیکیاں رہ گئی ہیں کہ میں انھیں انجام دوں ؟ اُس کا مطلب یہ تھا کہ میں نے اپنی زندگی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ماں باپ کے ساتھ بہت اچھے سلوک سے پیش آیا کیا مرنے کے بعد بھی کوئی ذمہ داری ہے یا میں بری الذمہ ہو گیا ہوں؟ جناب رسول

https://downloadshiabooks.com/

خداؐ نے فرمایا: "نعم الصلاۃ علیهما والاستغفار لهما ، ونفاد عهدهما من بعدهما و اکرام صدیقهما وصلة الرحم التی لاتوصل الا بهما "
ہاں ان کے اوپر درود و سلام بھیجنا، ان کے لئے استغفار کرنا، ان کے عہد و وعدوں کو عملی جامہ پہنانا، ان کے دوستوں اور سہیلیوں کا اکرام کرنا اور ان رشتہ داروں کے ساتھ صلۂ رحم کرنا جن کا تعلق ماں باپ کی طرف سے رابطہ کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

اس حدیث میں چند باتیں قابل غور ہیں پہلی بات یہ کہ الصلاۃ لھما نہیں ہے بلکہ الصلاۃ علیھما ہے جس کا معنی یہ ہے کہ ان کے لئے نماز پڑھنا تو شریعت سے ثابت ہے ہی یعنی ان کی قضاء عمری کی ذمہ داری بچوں پر ہے سر فہرست بڑا بیٹا ہے لیکن الصلاۃ علیھما کا تعلق صرف بڑے بیٹے سے نہیں ہے ساری اولاد سے تعلق ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ماں باپ کے حق میں درود و سلام ان کے لئے مفید واقع ہوتا ہے جس طرح ہم کو حکم ہے کہ حضرات معصومینؑ پر درود و سلام بھیجیں اسی طرح ماں باپ کے اوپر درود و سلام کا حکم ہے اور اس میں اولاد پر یکساں حکم ہے بڑا بیٹا صرف ذمہ دار نہیں ہے۔

دوسری بات یہ کہ ان کے گناہوں کی مغفرت کے لئے صرف بڑے بیٹے پر ذمہ داری نہیں ہے بلکہ ساری اولاد کو اپنے والدین کے حق میں طلب مغفرت کرنی چاہیئے اور یہ عمل اولاد کی ذمہ داریوں میں سے ایک ہے ورنہ مرنے کے بعد

https://downloadshiabooks.com/

اولاد عاق ہو سکتی ہے پیغمبر خداؐ کا یہ حکم و دستور عام ہے اس عرب سائل کے ماں باپ مسلمان تھے یا نہیں؟ اس کا روایت میں معنی نہیں نکلتا مگر رسول خداؐ کے عمومی حکم سے عمومی ذمہ داری ضرور سمجھ میں آتی ہے اور وہ یہ کہ ماں باپ کے لئے استغفار میں مومن و کافر کا فرق نہیں ہے اولاد کو اپنے والدین کے لئے استغفار کرنے کا عمومی حکم ہے اگر والدین کافر و مشرک تھے تو بچوں کی دعائیں ان کے عذاب میں تخفیف کا باعث ہوں گی۔

تیسری بات یہ کہ ماں باپ کے وعدوں اور عہد و پیمان کو نبھانا ضروری ہے کوئی فرق نہیں ہے کہ ماں نے وعدہ کیا تھا یا باپ نے، اگر قابل عمل وعدے ہیں تو ان کو وفا کرنا شرعی و اخلاقی ذمہ داری ہے ہاں اگر وہ گناہ کا وعدہ تھا یا ایسا وعدہ تھا جو ایک دیندار بیٹے کے لئے نا قابل عمل ہے تو پھر شریعت نے انسان کو مجبور نہیں کیا ہے بلکہ غضب الٰہی خرید کر ماں باپ کی خوشنودی نہیں حاصل کرنا چاہیئے قرآن و روایات میں اس سے صاف لفظوں میں منع کیا گیا ہے۔

چوتھی بات ماں کی سہیلیوں سے اچھا سلوک، باپ کے ساتھیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ اور انھیں خوش کرنا ان کی دعائیں لینا ان کے حق میں نیک کام کرنا یہ بھی والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا میں شامل ہے باپ کے دوستوں کی خوشی ماں کی سہیلیوں سے اسلام پسند سلوک کا حکم ہے اور ان تمام موارد میں سر فہرست خوشنودیِ پروردگار ہے بہر حال ماں باپ کے دوستوں اور سہیلیوں سے نیک سلوک

https://downloadshiabooks.com/

کا حکم ہے۔

پانچویں اور آخری بات اس روایت کے حوالہ سے یہ ہے کہ اولاد والدین کے مر جانے کے بعد یہ نہ سمجھے کہ چلو ماں باپ کے قریبی رشتہ داروں سے جان چھوٹی نہیں بلکہ ان کے قریبی رشتہ داروں سے صلۂ رحم ماں باپ کے ساتھ صلۂ رحم کے مترادف قرار دیا گیا ہے اور اولاد کی ذمہ داری ہے کہ ماں کی بہنوں یعنی اپنی خالاؤں اور باپ کے بھائیوں یعنی اپنے چچاؤں وغیرہ سے اچھا سلوک روا رکھے دوسرے لفظوں میں ماں باپ کے قریبی رشتہ داروں سے اگرچہ باواسطہ اولاد کا تعلق ہوتا ہے لیکن پیغمبر خداؐ نے ان سے اچھے سلوک اور صلۂ رحم کو اولاد کی ذمہ داری قرار دیا ہے۔

خیر کثیر

ہم میں سے کون بھلا ایسا ہے کہ جس کی چاہت یہ نہیں ہوتی کہ اپنے لئے خیر کثیر کر سکے اور اپنے نامۂ اعمال کو نیکیوں سے پر کر لے لیکن کسی کو توفیق ہوتی ہے کسی کو نہیں ہوتی مگر ائمہؑ طاہرین نے خیر کثیر کرنے کے آسان طریقے بھی بیان فرمائے ہیں ہمیں چالاکی کرنی چاہیئے اور کم از کم ان راستوں کو جاننا اور اپنانا چاہیئے جن کے ذریعہ ہم اپنے نامۂ اعمال کو خیر کثیر سے پر کر سکتے ہیں۔

خیر کثیر کے مصادیق میں سے ایک تسبیح حضرت فاطمہ زہراؑ پڑھنا ہے تسبیح

https://downloadshiabooks.com/

جناب سیدہؑ وہ عمل ہے جس کو ائمہ طاہرینؑ اپنی اولاد کو نماز کی طرح حکم دیا کرتے تھے اور خود بھی اس پر عمل پیرا تھے اور حضرت امیر المومنینؑ نے لیلۃ الہریر بھی اس عمل کو ترک نہیں فرمایا ہم آپ کم از کم نماز کے بعد تو ہر گز جناب سیدہؑ کی تسبیح پڑھنا نہ چھوڑیں کہ حسرت ویاس کے دن یعنی قیامت میں بہت پچھتائیں گے کہ کاش نمازوں کے بعد تسبیح جناب سیدہؑ پڑھتے ہوتے حضرت امام جعفر صادقؑ نے آیت کریمہ "فاذکروا اللہ ذکرًا کثیرًا" میں ذکر کثیر جناب سیدہؑ کی تسبیح کو قرار دیا ہے۔

یہ تو تھا ذکر کثیر کا مسئلہ اب خیر کثیر کیا ہے یہ بھی سن لیں جناب امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں " ما یمنع الرجل منکم ان یبرّ والدیہ حیین و میتین "تم لوگوں میں سے کسی شخص کے لئے کیا مانع ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کا سلوک روا رکھے زندہ ہوں تب بھی مر گئے ہوں تب بھی، امام صادقؑ نے سوالیہ انداز میں فرمایا ہے اور یہ بھی کہ کیا مانع ہے ؟یعنی کوئی مانع نہیں ہے اور جب کوئی مانع نہیں ہے تو اس کام کو کرنا لازم ہے اور وہ کام کیا ہے زندگی میں ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور مرنے کے بعد بھی اچھا سلوک کرنا اور چونکہ مرنے کے بعد اچھا سلوک کوئی معنی نہیں رکھتا جب وہ ہیں ہی نہیں تو ان کے ساتھ اچھا سلوک کا کیا مطلب ہے ؟لہذا امام صادقؑ نے چند عمل بتلائے جسے زندگی میں اچھے سلوک کے برابر قرار دیا ہے یعنی اگر ماں باپ زندہ ہوتے تو جس طرح اچھے سلوک

https://downloadshiabooks.com/

و نیک بر تاؤ کا حکم تھا اسی طرح مرنے کے بعد ان کے ساتھ نیک سلوک اور اچھا بر تاؤ کا بدل ہے جسے نیک بر تاؤ قرار دیا گیا امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

۱۔ " **یصلی عنھما** "ماں باپ کی نیابت میں نمازیں پڑھنا توجہ رہے ماں باپ کی واجب نمازوں کی ادائیگی کی بات نہیں ہے وہ تو بڑے بیٹے بیٹی اور سمجھ دار اولاد کے اوپر لازم ہے یہاں **یصلی عنھما** ہے جس کا معنی یہ ہے واجب نمازیں تو پڑھنی ہی چاہیئے مستحبی نمازیں ان کی نیابت میں پڑھے مثلا نماز زیارت، نماز جعفر طیار، نماز شب، نمازہائے مستحبی جو مخصوص دنوں میں ہیں ان نمازوں کو عنھما والدین کی طرف سے پڑھنا والدین کے ساتھ زندگی میں نیک سلوک کے مترادف ہے۔

۲۔ "**و یتصدق عنھما** "واجب صدقۂ زکات اور فطرہ زندوں پر واجب ہے مردوں پر نہیں یہاں یتصدق عنھما ہے یعنی ماں باپ کی طرف صدقات و خیرات کرنا ان کی طرف سے فقیروں کو انفاق کرنا راشن تقسیم کرانا وغیرہ یہ سب کام والدین کی طرف سے بھی ہونا چاہیئے کہ صدقہ خیرات کرنا مردہ ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کا ایک گوشہ ہے۔

۳۔" **و یحجّ عنھما** " حج کا وجوب زندوں پر بھی بغیر استطاعت کے نہیں آتا تو پھر مردوں کے اوپر وجوب کوئی معنی نہیں رکھتا اور نہ ہی ماں باپ جن

https://downloadshiabooks.com/

کے اوپر استطاعت پیدا ہوئی تھی ان کی ادائیگی سے بڑا بیٹا شانہ خالی کر سکتا ہے یعنی ماں باپ کے واجب حج کا بوجھ بڑے بیٹے پر ہے لیکن یہاں ساری اولاد کے اوپر جس حج کا حکم ہے وہ مستحب حج ہے اور وہ بھی صرف باپ کی طرف سے نہیں بلکہ ماں باپ دونوں کی طرف سے یکساں طور پر مستحب حج انجام دینا، ماں باپ کے ساتھ زندگی میں نیک سلوک کے مترادف ہے۔

۴۔ " **و یصوم عنهما** " صرف باپ کے واجب روزوں کی قضا بڑے بیٹے پر واجب ہے ماں کے واجب روزوں کی قضا واجب نہیں ہے نہ بڑے بیٹے پر نہ بڑی بیٹی پر یہ اور بات ہے کہ بیٹا ہو یا بیٹی ماں کے واجب روزوں کو ادا کر دیں تو کیا کہنا ورنہ خدا خواتین پر بڑا مہربان ہے اور خاص طور سے اولاد کی تربیت میں کوتاہی نہ کرنے والے ماں باپ کے حق میں بالخصوص ماں کے حق میں، پھر یہاں دونوں کے لئے روزوں کا حکم ساری اولاد پر کیا معنی رکھتا ہے ؟ جواب واضح ہے کہ یہ مستحبی روزے ہیں خود بذات خود روزہ بڑا اجر و ثواب رکھتا ہے اگر ہم مختلف مناسبتوں پر روزہ رکھتے ہیں ان میں اپنے ماں باپ کو بھی شریک کر لیں مثلاً غدیر کے دن، ۲۷ رجب کو، ۱۵ شعبان کو، ۱۷ ربیع الاول کو، ۲۰ جمادی الثانی کو، ۱۳ رجب کو، ۳ شعبان کو اور دیگر ائمہ طاہرینؑ کی ولادت کے موقع پر ہم جو روزہ رکھتے ہیں اپنے بھلے کے لئے، اے کاش ان روزوں کی نیتوں میں ہوشیاری برتیں اور اپنے ماں باپ کی بھی نیت کر لیں تو امام جعفر صادقؑ کے بقول " **فیکون الذی صنع لهما ، وله مثل**

https://downloadshiabooks.com/

ذالك" یہ سارے اعمال نماز، مستحبی روزہ، مستحبی صدقات و خیرات بلکہ جو بھی نیک کام ہم نے مردہ ماں باپ کی نیابت کی نیت سے کیا ہے امام صادقؑ فرماتے ہیں ماں باپ کے لئے وہ تو ہو گا ہی " وله مثل ذالك " اولاد کے لئے بھی ویسا ہی اجر و ثواب ہو گا ایک تیر سے دو شکار، اپنا بھی بھلا والدین کا بھی بھلا۔

یہی نہیں بلکہ امامؑ کے آگے کا کلام سنیں اور ذہن نشین کر لیں کہ ہمیں کس طرح چالاکی کرنا ہے اور اپنے سارے اچھے کاموں میں اپنے والدین کو شریک کر کے اپنا بھی بھلا اور ان کا بھی بھلا کرنا ہے امام صادقؑ فرماتے ہیں " فيزيده الله ببرّه و صلاته خيرًا كثيرًا " تو خداوند متعال اس کی ان نمازوں اور نیک کاموں کی بدولت خود اولاد کو خیر کثیر میں بدل دے گا اور اسے خیر کثیر عطا کر دے گا۔

والدین کے ساتھ نیکی اور پسندیدہ سلوک، نماز، روزہ، حج، عمرہ حتی کہ جہاد راہ خدا سے بھی افضل و برتر قرار دیا گیا ہے جن لوگوں نے ماں باپ کو خوش رکھا ہے وہ در حقیقت جنت کے دو دروازے اپنے سامنے کھلا رکھتے ہیں ایک باپ کے ساتھ نیکی کا سلوک ہے دوسرا ماں کے ساتھ نیکی کا سلوک ہے جب تک ماں باپ زندہ ہیں نیکی کا سلوک کرنے والا ہمیشہ اپنے سامنے دو دو دروازۂ جنت کھلا ہوا رکھتا ہے چاہے تو بد سلوکی کر کے در جنت کو بند کر دے چاہے تو خوش اخلاقی و نیکی کر کے کھلا رکھے۔

دین اسلام میں عبادت تو بہت سی چیزیں ہیں لیکن اہم ترین عملی عبادت

https://downloadshiabooks.com/

نماز ہے پھر روزہ پھر حج ہے لیکن ان گراں قدر اعمال و عبادات سے بڑھ کر بھی اعمال ہیں جیسے زیارت امام حسینؑ، جیسے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا وغیرہ نماز خدا کی عبادت ہے اس سے بڑھ کر بظاہر کوئی عبادت نہیں ہے اس لئے والدین کے ساتھ نیک سلوک کو عبادت پروردگار کے بعد کا درجہ دیا گیا ہے مگر رسول خداؐ ہی سے وارد روایت میں نماز سے بھی بڑھ کر والدین کے ساتھ نیک سلوک کو بتلایا گیا ہے اور یہ بھی عبادت ہے بلکہ ہمارے بزرگواروں نے لکھا ہے کہ انسان جس قدر اپنے ماں باپ کے سامنے جھکے گا اللہ اس کے اجر و ثواب میں اتنا ہی اضافہ کرتا چلا جائے گا۔

مد مقابل کتاب جامع السعادات میں ملا نراقی نے جناب رسول خداؐ سے روایت نقل کی ہے "من اصبح سخطا لابویه" جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ اس کے ماں باپ اس سے ناراض ہوں اس کے اوپر غصہ ہوں وہ اپنے ماں باپ کو ناراض کر کے اپنا ستیاناس کر رہا ہے کیونکہ اس لئے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا ہے " اصبح له بابان مفتوحان الیٰ النار " یہ ناراض ماں یہ ناراض باپ انسان نہیں بیٹے کے حق میں جہنم کے کھلے ہوئے دروازے ہیں بظاہر ناراض ماں انسان ہے بظاہر ناراض باپ انسان ہے لیکن اگر ہماری چشم بصیرت کام کرتی ہوتی تو ہم تجسم اعمال کا صرف عقیدہ نہ رکھتے بلکہ ظاہر بظاہر دیکھ رہے ہوتے کہ ناراض ماں اور ناراض باپ گویا جہنم کے دروازے میں جو بیٹے کو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں۔

https://downloadshiabooks.com/

کتاب بحار الانوار ،ج۷۴، میں والدین کے سلسلہ میں کافی آیات اور روایات کو جمع کر دیا گیا ہے علامہ مجلسیؒ نے ہمارے لئے زحمت اٹھائی ہے علامہ مجلسی کے اوپر لعن و طعن کرنے والے میری نظر میں ائمہ طاہرینؑ اور اہل بیتؑ کے اوپر لعن و طعن زن ہیں اور انھیں سخت عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا میں علامہ مجلسیؒ کے لئے علیہ السلام کا قائل ہوں بلکہ علیہ الصلاۃ والسلام زیادہ مناسب ہے بہر حال اس مرد بزرگ نے تشیع کی پائیداری و بقاء و جاویدانی کا جیسا قدم اٹھایا ہے شاید ہی کوئی اب ایسا کام کر سکے سلام اللہ علیہ۔

علامہ مجلسیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت امام باقرؑ فرماتے ہیں کہ ایک روز میرے بابا حضرت امام سجادؑ نے ایک باپ بیٹے کو ایک ساتھ راستہ چلتے ہوئے دیکھا حالت یہ تھی کہ "الابن متکئی علیٰ ذراع الاب" بیٹا اپنے باپ کا ہاتھ صرف تھامے نہیں تھا اگر تھامے ہوئے ہوتا تو قابل تعریف تھا نہیں بلکہ باپ کے ہاتھوں کا سہارا بنائے ہوئے اس کے ہاتھ پر اپنا بوجھ لٹکا کر چل رہا تھا یہ منظر دیکھ کر امام باقرؑ کے بقول میرے بابا کو اس قدر تکلیف ہوئی اور آپ نے اس عمل کو اس قدر ناپسند کیا کہ "فما کلّمه ابی مقتًا له حتی فارق الحیاۃ" اس بیٹے کی نفرت و بیزاری اور سرزنش کے باعث میرے بابا جب تک زندہ رہے اس سے بات تک نہیں کی۔

ہو سکتا ہے بیٹے نے مزاح میں ایسا کیا ہو، ہو سکتا ہے باپ نے اجازت دے

https://downloadshiabooks.com/

رکھی ہو، ہو سکتا ہے بیٹے کو علم نہ رہا ہو، ہو سکتا ہے بیٹے کو کچھ تکلیف رہی ہو، ہو سکتا ہے لیکن امام سجادؑ نے اس ہلکے سے عمل کو ہلکا نہیں سمجھا ماں باپ کی عظمتوں کے سامنے اس عمل کو شدید نفرت و سرزنش کے لائق سمجھا اور تاحیات اس جوان سے گفتگو نہیں فرمائی اور ہم آپ ماں باپ کو زندگی میں کس قدر زحمتیں دیتے ہیں کیا صرف ظاہری ٹیک لگانے سے امام سجادؑ ناراض ہوں گے تو عملی طور پر گھر کا سارا بوجھ بیٹے کی توانائی کے باوجود ماں باپ کے اوپر ڈالنے سے خوش ہوں گے خدایا ہم نے اپنے ماں باپ کی عظمتوں کا ادراک نہیں کیا ہے ہمیں بھی اور انھیں بھی معاف کر دے صدقہ میں افضل کائنات حضرات محمد و آل محمد علیہم السلام کے۔ آمین

جوش محبت اور دنیاوی عشق کے چکر میں لوگ اپنی محبوباؤں اور معشوقاؤں سے نہ جانے کیا کچھ کہہ ڈالتے ہیں لیکن اس زمینہ میں بھی حدود و قیود کو اہل بیتؑ نے بیان فرمایا ہے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے سوال ہوا مولا اگر کوئی ماں باپ اپنے پیارے بیٹے یا بیٹی کو محبت میں اس طرح خطاب کرے کہ ہائے میں قربان جاواں، ماں باپ ہیں محبت میں ایسے الفاظ استعمال کریں بظاہر کوئی اشکال نہیں ہے لیکن اگر اپنے اکلوتے سگے اور نہایت پیارے بیٹے یا بیٹی پر اپنا پیار لٹاتے ہوئے یہ کہہ دیں کہ ہائے تم پر میرے ماں باپ قربان ہو جائیں یا کسی ایک کو قربان ہونے کی بات کرے حتی کہ مزاح میں بھی یہ جائز نہیں ہے پیار میں بھی یہ کہنا درست نہیں ہے کیوں؟ کتاب جامع السعادات ملا احمد نراقی میں یہ روایت دیکھ سکتے ہیں حضرت امام

https://downloadshiabooks.com/

موسیٰ کاظمؑ نے فرمایاہے "ان کان ابواہ حیین فمارئ ذلك عقوقاً" میں امام اور حجت خدا اس کلمہ کو عاق ہونا سمجھتاہوں اگر ماں باپ زندہ ہیں یا جس کی قربانی کی بات کہی گئی ہے اگر وہ زندہ ہے تو بیٹا اپنے ماں باپ کا عاق ہو جائے گا اور عاق کا عنوان کس قدر قبیح اور خطرناک سزاؤں کا باعث ہے خدا کی پناہ۔

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ نے آگے ارشاد فرمایا کہ اگر ماں باپ زندہ نہ ہوں اور کوئی اپنے لال سے محبت کی بنیاد پر " بابی یا باهی " کہہ دے تب کوئی حرج نہیں ہے امام موسیٰ کاظمؑ نے ماں باپ کے مر جانے کے بعد کسی محبوب و معشوق پر اپنے ماں باپ کی قربانی کو لا بأس قرار دیا ہے کیونکہ پھر یہ زبانی پیار کا اظہار ہو گا اور اس میں ماں باپ کی بظاہر ناراضگی کا بھی کوئی پہلو نہیں ہے بلکہ شاید عالم برزخ سے اپنے پوتی پوتا کے لئے دادادادی خوش ہوں اور اپنے بیٹے سے راضی ہوں کہ چلو ہمارا لال اپنے لال کو بہت پیار کرتا ہے وغیرہ۔

عاق والدین ہونا اس قدر شدید اور سخت عذاب و گناہ کا باعث ہے کہ بڑے بڑے انبیاءؑ بھی اپنی عبادتوں اور رسالی زحمتوں کے باوجود اس عذاب کو جھیل نہیں سکتے بلکہ سارے انبیاء مل کر کسی ایک عاق شخص کو اپنی ساری عبادتیں سونپ کر بچا نہیں سکتے، عاق والدین ہونا وہ جرم ہے کہ جو شرک باللہ یا معصوم کا قتل کرنے والے کے مانند ہے خداوند متعال سب کچھ معاف کر سکتا ہے شرک کو نہیں، خداوند

متعال سب کچھ معاف کر سکتا ہے کسی معصوم کے قاتل کو نہیں، اسی طرح خداوند متعال عاق والدین کو بھی نہیں معاف کرتا۔

حدیث قدسی میں خداوند متعال نے اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر فرمایا ہے یہ عزت و جلال کی قسم بہت سخت قسم ہے اور وہ بھی خدا خود قسم کھائے اور اپنے پاور و قدرت و جلال کی قسم کھائے بہت شدید مرحلہ ہے بہرحال اللہ نے کہیں کہیں ہی ایسی قسم کھائی ہے جن میں سے ایک عاق والدین کے سلسلہ میں ارشاد ہوتا ہے " **بعزتی وجلالی وارتفاع مکانی** " مجھے میری عزت و جلال کی قسم ہے مجھے میری کبریائی و بزرگی کی قسم ہے " **لو ان العاق لوالدیه یعمل باعمل الانبیاء جمیعاً لم اقبلها منه** " اگر عاق والدین بیٹا سارے انبیاءؑ کے اعمال کے برابر بھی اعمال و عبادات لیکر آئے میں اس سے کوئی ایک بھی عمل و عبادت کو قبول نہیں کروں گا اس حدیث سے ایسا لگتا ہے کہ جیسے عقوق اور عدم ولایت میں برابری ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰؑ اپنے پروردگار سے مناجات و سرگوشی میں مصروف تھے وہ خدا سے باتیں کر رہے تھے اور خدا ان سے ہم کلام تھا عبد و معبود کے درمیان نجویٰ ہو رہا تھا اس وقت حضرت موسیٰ بظاہر تو کوہ طور پر تھے لیکن اللہ نے ان کی آنکھیں چار کر دی تھی آنکھیں کھل گئی تھیں اور وہ زمین پر بیٹھے کوہ طور پر نہیں ملکوت کا نظارہ کر رہے تھے پاکستان کے کسی قوال نے

https://downloadshiabooks.com/

حضرت موسیٰؑ پر سخت طنز کیا ہے وہ طنز ایک جہت سے درست بھی ہے لیکن امام صادقؑ کی اس روایت کے مطابق درست نہیں ہے قوال کا مصرعہ یہ تھا کہ "جن کی آنکھوں میں تاب نظارہ نہ ہو: ان کو جلوہ دکھانے سے کیا فائدہ" شاعر کا اشارہ طور کی تجلی کی طرف ہے کہ حضرت موسیٰ نے قوم کی ضد کے پیش نظر کہہ دیا تھا کہ "رب ارنی انظر الیك " "پالنے والے مجھے اپنی طرف دیکھنے کی قدرت عطا کر دے" شاعر کا دوسرا مصرعہ یہاں زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے وہ کہتا ہے :"ان کو جلوہ دکھانے سے کیا فائدہ" آواز قدرت آئی تھی "لن ترانی یاموسیٰ" "اے موسیٰ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے "لیکن جب اصرار بڑھا تو خدا نے ارشاد فرمایا تھا کہ ایک تجلی ہوگی اگر اس کو برداشت کر سکے "فان استقر مکانہ فسوف ترانی """اور یہ پہاڑ اپنی جگہ مستقر و پائیدار رہ گیا تو پھر تم مجھے دیکھ سکو گے" شرط و مشروط کے بعد ایک تجلی نے اصحاب کو تو خاکستر کر دیا لیکن موسیٰؑ کا بھی کچھ حال اچھا نہیں تھا" فخرّ موسیٰ صعقا" اسی منظر کو شاعر نے خدا پر بعنوان اعتراض کہہ دیا ہے کہ "جن کی آنکھوں میں تاب نظارہ نہ ہو، ان کو جلدہ دکھانے سے کیا فائدہ"۔

اب آیئے امام جعفر صادقؑ کی روایت کو پڑھتے ہیں حضرت موسیٰؑ خدا سے محو گفتگو ہیں لیکن آنکھیں چار ہو چکی ہیں ملکوت پر نظر ہے کہ یکایک موسیٰؑ نے عرش کے سایہ میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ چل رہا ہے اور عرش الٰہی کا اس کو سایہ ہے یعنی جدھر جدھر وہ جارہا ہے اس کے اوپر عرش الٰہی کا سایہ بھی چل رہا ہے

https://downloadshiabooks.com/

حضرت موسیٰؑ کو بڑی حیرت ہوئی اللہ سے باتیں وہ بھی مناجات کر رہے ہیں لیکن موضوع چینج ہو گیا حضرت موسیٰؑ بول پڑے" یارب من هذا الذی قد اظله عرشك ؟ " اے پالنے والے! آخر یہ کون شخص ہے کہ جسے تیرا عرش اپنے سایہ میں لئے ہوئے ہے گویا جیسے عرش اعظم چھاتا لئے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے چل رہا ہے آواز قدرت آئی موسیٰ!" هذا كان بارا بوالديه " یہ وہ شخص ہے کہ جو اپنے والدین کے حق میں بڑا نیک سلوک کرنے والا تھا اور چغلخوری اس نے کبھی نہیں کی ہے ان دو صفتوں کے مالک انسان کو اللہ ملکوت میں پہنچا دیتا ہے اور وہاں اسے عرش الٰہی اپنی پناہ میں لے لیتا ہے اور حضرت موسیٰؑ کو اس عظیم نیکو کار اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والے شخص کا دیدار کرایا جاتا ہے اور اولوالعزم نبی موسیٰؑ کو ملکوت دیکھ کر اور وہاں پر عرش کے سایہ میں چل پھر رہے شخص پر حیرت ہوتی ہے اور جواب قدرت آتا ہے کہ ایسا عظیم انسان بس وہی ہے کہ جو کسی کی چغلخوری نہیں کرتا اور اپنے ماں باپ کے ساتھ بہترین سلوک کرنے والا ہے خداوند متعال ہمیں اپنے ماں باپ کی قدر کرنے اور اس کا احترام کرنے کی توفیقات سے نوازے اور سدھار گئے والدین کو ہمیں خوش کرنے کی توفیق دے۔

اب رہی بات کوہ طور کی تجلی نہ جھیل سکنے کی تو یہ بات درست ہے کہ حضرت موسیٰؑ میں نور الٰہی کی تجلی برداشت کرنے کی تاب نہیں تھی یہ کام بس ان کا ہے جو اس کے نور سے خلق ہوئے ہیں غلط فہمی نہ ہو خدا کسی کے دیکھنے کی چیز نہیں

https://downloadshiabooks.com/

ہے اور اس روایت میں حضرت موسیٰؑ کی آنکھوں نے ملکوت کا مشاہدہ کیا ہے نہ کی خدا کا۔

ماں باپ بہت عظیم نعمت ہیں بلکہ جنت ہیں اس نعمت کی قدر نہ جان کر ہم اپنا نقصان کرتے ہیں خداوند متعال ہمیں اپنی جنت کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے ماں باپ چاہے بلا فصل ہوں یا واسطہ در واسطہ بہر حال لازم الاحترام ہیں یعنی دادا پر دادا ہوں یا دادی پر دادی جو بھی سلسلۂ نسب میں شامل ہیں لائق احترام ہیں۔ ماں باپ بے دین ہوں یا دین دار ہر بیٹے کا فریضہ ہے کہ تعلیمات اسلامی کے تحت ان کی عزت و احترام کا بھرم باقی رکھے اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے لیکن ایک حد اور فاصلہ کو برقرار رکھنا ہوگا کہ اگر ماں باپ شرک کی دعوت دے رہے ہوں اور گمراہ کرنا چاہتے ہوں تو پھر صرف اس مرحلہ میں اسے اطاعت نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے مگر احترام و عزت سے نہیں روکا گیا ہے اور یہ حکم عام ہے کہ اللہ کی نافرمانی میں کسی کی بھی اطاعت نہیں کی جاسکتی ہے خالق کو ناراض کر کے مخلوق کی رضایت نہیں حاصل کی جاسکتی ہے۔

حبۃ العرنی الکوفی حضرت امام امیر المومنینؑ کے خاص صحابی حارث ہمدانی سے روایت کرتے ہیں کہ میں اور میرے علاوہ چند لوگ حضرت امیر المومنین علیؑ کے ہمراہ ایک روز باب الرحبہ کوفہ کے میدان میں بیٹھے ہوئے تھے کہ جہاں سے بازار کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور لوگ اپنے ساز و سامان لیکر گذرتے ہیں کہ اتنے

https://downloadshiabooks.com/

میں امام امیر المومنینؑ نے ایک یہودی کو بازار سے آتا ہوا دیکھا اس نے دو عدد مچھلیاں خرید رکھی تھیں اور اپنے ساتھ لے کر گھر جارہا تھا امام امیر المومنینؑ نے اسے پکارا جب وہ ہمارے پاس آگیا تو اس سے ایک عجیب و غریب انداز سے سوال کیا آپ نے فرمایا کہ اے یہودی! "بکم اشتریت ابویك من بنی اسرائیل " ذرا یہ تو بتلانا کہ تو نے اپنے بنی اسرائیلی ماں باپ کو کتنے میں خریدا ہے ؟ امامؑ کا مطلب یہ تھا کہ یہ جو دو مچھلیاں خرید کر لے جارہا ہے یہ تیرے پرانے آباء و اجداد میں سے ایک ہیں جو مچھلی بن کر یعنی مسخ ہو کر دریا میں چلے گئے تھے آج اتفاق یہ ہے کہ یہ دونوں تیرے ہاتھوں میں پہنچ گئے ہیں آپ لوگوں نے ضرور سنا ہو گا کہ مسخ شدہ جانور تین دن سے زیادہ زندہ نہیں رہتے لیکن جسے خدا زندہ رکھنا چاہے وہ تین دن تو کیا تیس صدی بھی زندہ رہ سکتا ہے یہ سب مصلحت خداوندی پر موقوف ہے۔

ادھر امامؑ نے یہودی سے یہ جملہ کہا ادھر یہودی بوکھلا گیا اور اس نے بلند آواز سے چیخ چیخ کر لوگوں کی بھیڑ جمع کر لی اور سب کو بلا کر بولا کہ اے لوگو! یہ دیکھو علی بن ابی طالب کیا کہہ رہے ہیں؟ یہ سمجھتے ہیں کہ علم غیب رکھتے ہیں اور میں نے یہ مچھلیاں نہیں خریدی ہیں بلکہ اپنے بنی اسرائیلی ماں باپ کو خریدا ہوا ہے مولاؑ نے اپنی گفتگو پھر دہرائی اور فرمایا کہ ہاں تم نے اپنے آباء و اجداد میں اپنے ہی بنی اسرائیلی ماں باپ کو خریدا ہے یہ دونوں مچھلیاں تیرے اسرائیلی ماں باپ ہیں، سبھی کوفی بڑی حیرت سے یہودی اور امام علیؑ کی گفتگو سن کر حیرت کر رہے تھے حارث ہمدانی کہتے

https://downloadshiabooks.com/

ہیں کہ میری نگاہیں مولاؑ کے رخ انور پر ٹکی ہوئی تھیں کہ دیکھوں مولاؑ کیا کرتے ہیں؟ جب شور و غل زیادہ بڑھا تو میں نے دیکھا کہ امیر المومنینؑ کے ہونٹوں پر کوئی ورد ہے اور آپ کچھ پڑھ رہے ہیں لیکن میں سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ امامؑ کیا پڑھ رہے ہیں جب آپ کا ورد مکمل ہوا تو آپ ان دونوں مچھلیوں میں سے ایک کی طرف جھکے اور فرمایا" اقسمتِ علیكِ ان تتكلمی " میں تجھے قسم دے رہا ہوں کہ تو بول اور بتا کہ " و تقولی من انا و من كان ابوه ؟" میں کون ہوں اور اس کا باپ کون تھا؟ بس کیا تھا مچھلی زبان فصیح عربی میں گویا ہوئی اور بولی "انت امیر المومنین وصی رسول رب العالمین علی بن ابی طالب علیه السلام " آپ سارے مومنین کے سید و آقا، رب العالمین کے رسول حضرت محمد مصطفیؐ کے وصی و جانشین علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں پھر وہ مچھلی یہودی کی طرف پلٹ گئی اور بولی اے فلاں میں تیرا باپ فلاں بن فلاں ہوں میں فلاں سن و سال میں مسخ ہوا ہوں اور تب سے دریاؤں میں مچھلی بن کر تیر رہا ہوں دو باتیں اور سن لے کہ میں نے فلاں مقام پر اتنی مقدار میں مال ذخیرہ کر کے چھوڑا ہے وہ تیرے لئے ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ تیرے ہاتھ پر فلاں فلاں قسم کی علامت ہے۔

امام امیر المومنینؑ اس کے کلام کے اختتام پر دوسری مچھلی کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے فرمایا کہ میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تو بھی بول اور بتا کہ میں کون ہوں اور اس یہودی کی ماں کون ہے؟ یہ سننا تھا کہ دوسری مچھلی بھی ان الفاظ

https://downloadshiabooks.com/

میں گویاہوئی آپ امیر المومنینؑ ہیں جناب رسول خداؐ کے جانشینوں کے سید و سرادار علی بن ابی طالب ہیں پھر وہ مچھلی یہودی کی طرف مڑی اور یہودی کو مخاطب کر کے فصیح عربی میں گویاہوئی اے فلاں یہودی میں تیری فلانہ بنت فلاں بنی اسرائیلی ماں ہوں میرا انتقال فلاں سال میں ہوا تھا اور تیرے ہاتھ میں فلاں فلاں علامت ہے۔

سارا مجمع انگشت بہ دندان تھا جب دونوں مچھلیاں گواہی دے چکیں تو خاموش ہو گئیں وہ یہودی یہ منظر دیکھ کر بول پڑا "اشھد ان لا الہ الّا اللّٰہ و ان محمدًا رسول اللّٰہ و انك امیر المومنین" روایت کہتی ہے کہ کوفہ کا مجمع امیر المومنینؑ کو پہلے سے جانتا تھا ان کے معجزات و کرامات کا چشم دید گواہ تو تھا ہی لیکن آج کے اس واقعہ سے انھیں مزید معرفت حاصل ہوئی اور پھر سارا مجمع اس حال میں منتشر ہوا کہ " انصرف القوم و قد ازدادوا معرفة بأمیر المومنین" انھیں حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کی معرفت میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا تھا کیونکہ انھوں نے بڑا عجیب و غریب معجزہ ملاحظہ کیا تھا۔

حضرت امام باقرؑ کے زمانہ تک حسن بصری زندہ رہا ہے بوڑھا ہو گیا تھا اور کم عمر امامؑ کے ساتھ چلتا تھا مگر کتے کی دم سیدھی نہیں ہوتی کا مصداق تھا بد دعا بھی امام امیر المومنینؑ کی اس کو لگی ہوئی تھی چہرے سے پھٹکار برستی تھی کہتا ہے کہ ایک روز امام باقرؑ کے ساتھ میں، منیٰ آیا ہوا تھا امام باقرؑ مدینہ سے مکہ حج یا عمرہ کے لئے

https://downloadshiabooks.com/

تشریف لائے تھے کہ منیٰ میں ایک جنازہ لایا گیا قریش کا کوئی شخص فوت ہوا تھا مولا امام باقرؑ نے مجھے میری کنیت ابو سعید سے مخاطب قرار دے کر فرمایا چلو اس میت کی تشییع جنازہ کرتے ہیں اس جملہ سے آشکار ہوتا ہے کہ مرنے والا مسلمان تھا اور بعید نہیں ہے کہ محبان اہل بیتؑ میں سے رہا ہو۔

حضرت امام باقرؑ جب مقبرے میں پہنچے تو حسن بصری کو مخاطب کر کے فرمایا "الا اخبرکم بخمس خصال ھی من البر و البر یدعو الی الجنۃ" کیا میں تمہیں پانچ ایسی خصلتوں کے بارے میں نہ بتاؤں جو نیکیوں میں شمار رہیں اور نیکی جنت کی دعوت دیتی ہے مطلب یہ ہے کہ ان پانچ عادتوں کے مالک بن گئے تو وہ خود بخود تمہیں جنت کھینچ لے جائیں گی حسن بصری بولا ضرور بیان فرمائیں تو امامؑ نے فرمایا:

۱۔ اخفاء المصیبۃ و کتمانھا " پہلی صفت، مصیبت کو مخفی و پوشیدہ رکھنا ہے مرنے والا مر گیا مگر گھر والے ہیں کہ بے قراری و بے چینی کا اظہار کرتے ہیں یہ بے قراری کسی کام آنے والی نہیں ہے سوگ کی حد ہے اس سے تجاوز نہیں کرنا چاہیئے کتمان مصیبت خود ایک ایسی نیکی ہے جو جنت رسید بنا دیتی ہے۔

۲۔والصدقۃ تعطیھا بیمینک لا تعلم بھا یسارك " دنیا داروں کے یہاں ایک فیشن ہو گیا ہے کہ جب وہ کسی کو کسی چیز سے نوازنا چاہتے ہیں تو گواہ

https://downloadshiabooks.com/

کے طور پر کسی کو ساتھ رکھتے ہیں یا پھر دیگر وسائل سے اپنی داد و دہش کو اجاگر کرتے ہیں یہ نیکی نہیں نقصان ہے امام باقرؑ نے فرمایا ہے کہ اگر صدقہ و خیرات داہنے ہاتھ سے کرو تو بائیں ہاتھ کو پتہ نہ چلے یہ نیکی ہے بائیں ہاتھ کے پتہ نہ چلنے کا مطلب بشدّت مخفیانہ خیرات ہونی چاہیئے۔

۳۔و برّ الوالدین فان برّھما للہ رضیٰ " اور والدین کے ساتھ نیکی کا سلوک ان کی ضرورتوں کا پورا کرنا انھیں محتاج نہ بنانا بلکہ وقت سے پہلے ان کی ضرورتوں کا پورا کرنا یہ وہ نیکی ہے کہ جس سے خدائے وحدہ لا شریک بہت خوش ہوتا ہے اور یہ وہ نیکی ہے جو انسان کو جنت میں داخل کر دیتی ہے مرضی خدا کا حصول اور اس کی مرضی کی خریداری ، والدین کے ساتھ نیکی ہے رضایت خداوندی کا حصول کتنا آسان ہے اگر ہم اپنے والدین کے ساتھ نیکی سلوک کریں تو۔

۴۔ والاکثار من قول : لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم فانہ من کنوز الجنۃ " اور کثرت سے زبان پر حوقلہ پڑھنا کہ اس کو خدا نے جنت کے خزانوں میں سے قرار دیا ہے اور صرف زبان سے ادا نہ ہو اس کے معنی کو بھی سمجھنا ہو گا اور یہ درک کرنا ہو گا کہ یقیناً خدا کی قدرت و طاقت کے علاوہ کچھ نہیں ہے سب کی قدرت اسی کی عطا ہے۔

۵۔والحب لمحمد و آل محمد صلوات اللہ علیھم اجمعین " اور

https://downloadshiabooks.com/

محمد و آل محمد علیہم السلام سے محبت و مودت ان سے عقیدت وہ نیکی ہے کہ جس کے ذریعہ انسان جنت میں ضرور جائے گا محبت اہل بیت طاہرین علیہم السلام تمام اعمال و عبادات کی روح و جان ہے لہذا اس نیکی اور اس عمل پر جو عمل کم، عقیدت زیادہ ہے مگر اظہارِ محبت بھی ہونا چاہیئے یہ وہ نیکی ہے جسے امام باقرؑ نے حسن بصری کے ذریعہ تشییع جنازہ کے موقع پر فرصت و غنیمت جان کر ہم تک پہنچایا ہے خداوند متعال ہمیں ان پانچوں صفتوں سے بخوبی متصف ہونے کی توفیق سے نوازے۔ آمین یارب العالمین

متوکل ملعون ناصبی تھا وہ شدت سے علیؑ و بتولؑ سے بغض رکھتا تھا اور اس بغض و کینہ کو وہ چھپاتا بھی نہیں تھا بلکہ دربار میں ملاء عام میں حضرت امیر المومنین علیؑ کی شان میں جسارت کرتا رہتا تھا اور دوسروں کو بھی جسارت کرنے کا حکم دیتا تھا اس نے عام حکم دے رکھا تھا کہ جو علیؑ اور اولاد علیؑ سے محبت کا اظہار کرتا ہے اس کا مال و اسباب لوٹ لو اور اس کا خون کر دو۔

ایک ہجڑا دربار متوکل میں ہوا کرتا تھا جس کا نام عبادہ تھا یہ ملعون متوکل عباسی کے حکم سے اپنے کپڑے کے اندر پیٹ پر تکیہ باندھ کر اور سر سے ٹوپی ہٹا کر متوکل کے سامنے دربار میں ناچتا تھا جب یہ ملعون پیٹ پر تکیہ باندھے اور سر کچل کئے ہوئے وارد دربار ہوتا تھا تو دوسرے گانے باجے والے ناچتے گاتے ہوئے کہتے

https://downloadshiabooks.com/

تھے کہ "قد اقبل الاصلع البطین خلیفۃ المسلمین" وہ دیکھو مسلمانوں کا خلیفہ، کچل اور پیٹو آ گیا ہے ان کی مراد ان بیہودہ اوصاف سے حضرت علیؑ تھے اور یہ سب سن کر متوکل عباسی مست ہو جاتا تھا شراب پی پی کر بے تحاشہ ہنستا تھا اور یہ اکثر دربار متوکل میں ہوتا تھا۔

ایک روز متوکل کا بیٹا منتصر دربار میں تھا کہ عبادہ ہجڑا آ گیا اور اس نے اپنی حرکت شروع کر دی منتصر نے اشارہ سے عبادہ کو دھمکی دی وہ ٹھہر گیا متوکل نے پوچھا کیا ہوا اس نے صورتِ حال سے باخبر کر دیا تو منتصر نے باپ سے بڑی پتہ کی بات کہی وہ بولا " یا امیر المومنین! ان الذی یحکیه هذا الکلب و یضحك منه الناس هو ابن عمك و شیخ اهل بیتك و به فخرك " اے بادشاہ یہ کتا جس شخص کی نقل اتار رہا ہے اور لوگوں کو ہنسا رہا ہے وہ آپ کے چچازاد بھائی، آپ کی خاندان کے بزرگوار تھے اور آپ کے لئے باعث افتخار ہیں یعنی آپ کو ان کے اوپر فخر ہونا چاہیئے " فکُل انت لحمه اذا شئت ، ولا تطعم هذا الکلب و امثال منه " اگر ان کی غیبت کر کے ان کا گوشت ہی کھانا ہے تو اے بادشاہ آپ اکیلے کھائیں مگر اس کتے کو اور اس کے جیسے کو ان کا گوشت نہ کھلائیں۔

بات بہت اہم تھی اور متوکل کو بیٹے کی بات پر کوئی جواب بھی نہیں بن پڑا مگر بغض امیر المومنین علیؑ سے پُر متوکل ملعون نے بیٹے کی نصیحت پر نہ صرف

https://downloadshiabooks.com/

دھیان نہیں دیا بلکہ بھرے مجمع میں مولاؑ کی توہین کے ساتھ بیٹے کو بھی گالی دے کر چپ کرادیا اور اسی وقت اس کتے نے اپنے ہی بیٹے کو ماں کی گالیاں دے کر دو مصرعہ کہا اور ناچنے گانے والوں کو اور عبادۃ کو حکم دیا کہ اس شعر کو پڑھ پڑھ کر، ناچو گاؤ شعر یہ تھا:

غاز الفتیٰ لابن عمہ　　رأس الفتیٰ فی حر امہ

"اس نوجوان کو اپنے چچازاد پر غیرت آگئی ہے اس نوجوان کا سر، اس کی ماں کی فلانی میں" ابن اثیر جزری نے تاریخ الکامل میں ۲۴۷ھ کے حالات قلم بند کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ واقعہ بھی ان اسباب میں سے ایک قرار پایا جس کی وجہ سے منتصر عباسی نے اپنے ہی باپ متوکل عباسی کا خون کر دیا تھا[26]۔

کہا جاتا ہے کہ متوکل کو قتل کرنے کے لئے منتصر نے امام علی ہادیؑ سے مشورہ لیا تھا امامؑ نے فرمایا تھا کہ تیری عمر گھٹ جائے گی اس لئے کہ باپ کو قتل کرنے سے عمر گھٹ جاتی ہے منتصر نے اس کی پرواہ نہیں کی اور باپ کو قتل کر دیا ۷ ماہ بعد خود مارا گیا۔

26۔ تاریخ الکامل: ج۷، ص۵۵۔

https://downloadshiabooks.com/

قال الامام زین العابدین علیہ السلام "ولا تثقل ارکانی عن الحفوف فیما الھمتنی "

اے خدا! میرے اعضاء بدن کو ماں باپ کی اطاعت میں جھکنے سے ثقیل و سنگین نہ بنا دینا کہ جو کچھ تو نے میرے اوپر ماں باپ کے حقوق تعینات کئے ہیں ان کی ادائیگی میں کوتاہی اور تقصیر کر بیٹھوں۔

حفوف، اس گھانس کو کہا جاتا ہے کہ جو سوکھ کر جھک جاتی ہے گویا امام سجادؑ کہنا چاہتے ہیں کہ پالنے والے میرے اعضاء بدن ماں باپ کے احترام، ان کے ساتھ اچھے سلوک، ان کی اطاعت اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے لئے گھانس کی طرح نرم ہو کر جھکے رہیں اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں کمزوری و کوتاہی مجھ سے نہ ہونے پائے۔

صحیفہ کے بعض نسخوں میں " **الخفوف**" وارد ہوا ہے جس کے معنی سرعت و تیزی کے ہیں اس صورت میں مذکورہ عبارت کا ترجمہ بدل جائے گا اور پھر اس طرح معنٰی کیا جائے گا کہ پالنے والے تو نے مجھے جو حقوق و فرائض ماں باپ کی نسبت الہام کئے ہیں وہ میرے اوپر گراں نہ گزریں بلکہ میں تیزی و سرعت کے ساتھ ان فرائض اور حقوق کو ادا کر سکوں۔

https://downloadshiabooks.com/

ماں باپ کی نسبت شریعت میں جملہ احکام مذکور ہیں دین کامل ہو چکا ہے کوئی ایسا دستور باقی ہی نہیں بچا ہے کہ جسے خدا نے قرآن میں یا سنت معصومینؑ میں بیان نہ کر دیا ہو پھر بھی امام سجادؑ الگ سے الہام کا مطالبہ کر رہے ہیں کہ وہ تمام احکام اور آداب سے مالا مال ہو جائیں جو ماں باپ کے تئیں فرزندوں پر لازم ہے اس سے یہ بات صاف ظاہر ہو جاتی ہے کہ ماں باپ اتنے عظیم مقام و مرتبہ کے حامل ہیں کہ دستورات قرآنی اور فرامین معصومینؑ کے ہوتے ہوئے مزید الہام آداب کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے دوسرا پہلو یہ ہے کہ ٹھیک ہے سارے احکام موجود ہیں لیکن امام سجادؑ کے باپ وہ عظیم شخصیت ہیں کہ جن کی شان و عظمت کا ادراک ممکن نہیں ہے اور ان کے حقوق بشریت پر بہت ہیں امام حسینؑ کے تئیں ہم انسانوں پر غیر متناہی ادب و لحاظ عائد ہیں جن کو حضرت امام سجادؑ دعا کی آڑ میں واضح کر رہے ہیں۔

ایک سنی روایت میں ذکر ہوا ہے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے اللہ سے ساڑھے تین ہزار مرتبہ کوہ طور پر گفتگو کی ہے وہ کلیم اللہ تھے خدا بھی ان سے مانوس تھا یہ بھی خدا سے مانوس تھے اس قدر مانوس کہ ایک چھوٹے سے سوال پر تفصیلی جواب دیتے تھے کہ جس کا تذکرہ قرآن مجید میں بھی موجود ہے "ما تلك بيمينك يا موسىٰ" جواب صرف اتنا کافی تھا کہ "عصا" میرا عصا بھی کہنے کی ضرورت نہیں تھی تفصیلات سے آپ باخبر ہیں یہ نہایت چاہت اور انس کی علامت ہے اس لئے کلام کو طول دیا گیا ہے۔

https://downloadshiabooks.com/

یہی موسیٰ کلیم اللہ آخری بار کوہ طور پر تشریف لے جارہے ہیں اس لئے کہ بعد میں موت نے مہلت نہیں دی اور پھر خدا سے ہم کلام نہیں ہو سکے اس آخری عروج اور آخری ملاقات اور آخری ہم کلامی میں حضرت موسیٰؑ نے جو سوال اور خدا نے جو جواب دیا ہے وہ نہایت اہمیت کا حامل ہے حضرت موسیٰؑ نے آخری کلام میں خدا سے پوچھا "یارب اوصنی" اے پالنے والے مجھے سفارش و وصیت اور پند و نصیحت فرما حکم خدا ہوا اے موسیٰؑ "اوصیك بامّك" ۷ مرتبہ یہی ہوا میں تمہیں اپنی مادر گرامی کے تئیں سفارش کرتا ہوں سات مرتبہ ایک ہی وصیت وہ بھی کس سے؟ جو نہایت احترام و اکرام کرنے والا اولوالعزم نبی ہے مگر پھر بھی اس سے اس قدر تکرار کے ساتھ خدا سفارش کرتا ہے وہ خدا ہم لوگوں سے کیسے برداشت کرے گا کہ ہم ماں باپ کے حق میں کوئی ظلم روا رکھیں ابھی پتہ نہیں ہے قیامت میں ماں باپ کے حوالہ سے ہمیں لمبی بازخواست ہو سکتی ہے۔

سات مرتبہ سفارش و وصیت کے بعد پھر آواز قدرت آئی "یا موسیٰ! ان رضاها رضای و سخطها سخطی" میں خدا ماں کی جانب ہوں وہ خوش تو میں خوش وہ ناراض تو میں ناراض، یہ حضرت موسیٰ سے دو دو چار والی بات کہی جارہی ہے پھر ہم لوگوں کا کیا ہو گا؟!

اہل بیت طاہرینؑ اس اولاد سے محبت کرتے ہیں بلکہ زیادہ محبت کرتے ہیں

https://downloadshiabooks.com/

جو اپنے والدین کے حق میں نیک ہوتا ہے اس کی دلیل وہ روایت ہے جس میں راوی امام کا صحابی عمار بن حیان کی داستان ہے عمار بن حیان کہتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت امام جعفر صادقؑ کو اپنے بیٹے اسماعیل کی نیکوکاری اور میرے ساتھ اس کے اچھے سلوک سے خوش ہو کر امامؑ سے بیان کر دیا اور اپنے بیٹے کی تعریف کی تو حضرت امام صادقؑ نے فرمایا "لقد کنت احبه " اے عمار میں تمہارے بیٹے کو پہلے سے چاہتا رہا ہوں کیونکہ وہ تمہارا بیٹا ہے ہمارا محب ہے وغیرہ لیکن " وقد ازددت له حباً " اب میں اس کو مزید چاہنے لگا ہوں اور اس کی طرف سے میرے دل میں محبت کے اندر اضافہ ہو گیا ہے۔

ظاہر ہے کہ امام اپنے صحابی کو سمجھانا چاہتے ہیں کہ تیرا لال تیرے ساتھ اچھا سلوک کر کے ہم اہل بیتؑ کی محبت میں اضافہ کا باعث بنا ہے یعنی ماں باپ کے حق میں نیک سلوک کرنے والی اولاد، محبت اہل بیتؑ کی مستحق ہو جاتی ہے اور ائمہ طاہرینؑ ایسے بچوں سے مزید محبت کرتے ہیں۔

حلیمہ سعدیہ جناب رسول خداؐ کی دایہ تھیں دودھ پلانا بھلے ہی ثابت نہ ہو لیکن اپنے ساتھ ان کا جناب رسول خداؐ کو لے جانا تسلیم کیا جاتا ہے حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ ایک روز جناب رسول خداؐ کی خدمت میں ان کی رضائی بہن آئیں بہن کے احترام میں رسول خداؐ نے اپنے دوش سے ردا اتاری اور اس پر بیٹھایا

https://downloadshiabooks.com/

اور ہنس ہنس کے باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ بہن چلی گئی پھر اسی روز کچھ فاصلہ پر رضائی بھائی آیا تو رسول خداؐ نے ملاقات کی باتیں کیں لیکن اس طرح سے احترام نہیں کیا جس طرح رضائی بہن کے ساتھ کیا تھا کسی نے ٹوک دیا جناب رسول خداؐ نے فرمایا "لانها كانت ابرّ بو الديها منه" اس احترام واکرام کی وجہ یہ ہے کہ میری رضائی بہن اپنے ماں باپ کے حق میں میرے رضائی بھائی سے کہیں زیادہ بہترین سلوک کرنے والی اطاعت کرنے والی اور ان کے حق میں بہتر کردار والی تھی اس لئے میں نے احترام میں فرق کیا ہے۔

قال الامام زین العابدین علیه السلام : اللهم اجعلنی اهابهما هیبة السلطان العسوف۔

پالنے والے مجھے ایسا بنا دے کہ میں اپنے ماں باپ سے ویسے ہی خوف کھاؤں کہ جیسے ایک سخت اور کڑوے خراج کے حامل بادشاہ سے ہیبت طاری رہتی ہے ہیبت کا لفظ اردو زبان میں بھی اپنے ہی معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے جس کے معنی خوف وہراس کے ساتھ عظمت و وقار کے بھی ہیں یعنی جس طرح ایک تلخ مراج سلطان سے رعایا ڈرتی ہے کہ کب کیا حکم صادر کر دے اور کس کی موت و اعدام کا حکم دے دے اسی طرح میں اپنے ماں باپ سے بھی ہمیشہ ان کی تعظیم و تکریم کے ساتھ ان سے خوف کھاتا رہوں اور مجھ پر ان کی ہیبت طاری رہے۔

غلط فہمی نہ ہو کہ معاذ اللہ امام سجادؑ اپنے ماں باپ یعنی حضرت امام حسینؑ اور حضرت شہر بانوؑ کو ایک بد مزاج حکمران سے تشبیہ دے رہے ہیں نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ اس کلام سے صرف یہ ظاہر کیا جارہا ہے کہ ماں باپ چاہے جتنے مہربان اور شفیق کیوں نہ ہوں اولاد کو چاہیئے کہ ان سے سلطان جبار اور سرکش حکمران کے مانند خوف کھائیں اور ان کے تابع فرمان رہیں یقیناً ماں باپ بچوں پر ظلم نہیں کرنا چاہتے اور سنجیدہ ماں باپ اولاد پر بے حد مہربان ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود اولاد کو ان

https://downloadshiabooks.com/

سے ظالم بادشاہ سے خوف کے مانند خوف وہراس رکھنا چاہیئے اس لئے کہ سلطان جائر تو انسان کی دنیا تباہ کر سکتا ہے قتل کر سکتا ہے مگر ماں باپ کی ناراضگی سے آخرت جو کہ ابدی زندگی ہے خراب ہو سکتی ہے۔

عسوف بمعنٰی ظلوم صیغۂ مبالغہ ہے یعنی بہت زیادہ ظلم و ستم کرنے والا بادشاہ جیسے کہ حجاج، صدام، فرعون، شداد وغیرہ اور اس تشبیہ میں مقصد، ہیبت و دہشت کی مقدار ہے یعنی جس طرح لوگ شداد، نمرود، صدام، حجاج اور فرعون وغیرہ سے ڈرتے تھے اسی طرح اپنے شفیق ماں باپ مہربان والدین سے ان کے ظلم و ستم کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کی خدا کے نزدیک عظمت ان کی منزلت اور قدر و قیمت کی وجہ سے ڈرنا چاہیئے اس لئے کہ خدا ماں باپ کا پاٹ لیتا ہے خدا ماں باپ کا فیور کرتا ہے ماں باپ کو رلایا تو سمجھ لو خالق کو رلایا ہے ماں باپ کو دکھ دیا تو سمجھ لو کہ خدا کو دکھ پہنچایا ہے خدا تو ہمارے ماں باپ سے بھی زیادہ شفیق و مہربان ہے ورنہ ماں باپ کی ناراضگی کے بعد خدا ایک جھٹکے میں اولاد کا ستیاناس کر دے۔

علامہ ابن معصوم مدنی ہندی یعنی سید علی خان صاحب ریاض السالکین فرماتے ہیں کہ ماں باپ کی تعظیم تمام شریعتوں سے ثابت ہے تمام اہل عقل کے نزدیک مفروغ عنہ ہے ماں باپ کی عظمت کے لئے بس یہی کہہ دینا کافی ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنی عظیم کتاب قرآن میں جابجا والدین کی عظمت، منزلت پر نص فرمائی ہے معصومینؑ کی روایات میں ان کا اتنا تذکرہ ہے کہ حصر و شمار سے باہر ہے اس

کے بعد علامہ ابن معصوم فرماتے ہیں "**و من تعظیمهما والاحسان الیهما ان یحبّهما من صمیم القلب**" ان کی تعظیم اور ان کے ساتھ نیکی کی ابتداء کہیں یا کمترین تعظیم کہیں یہ ہے کہ اولاد ان دونوں سے صدق دل اور قلب کی گہرائیوں سے محبت کرے کمترین ادب و تہذیب کے خلاف سلوک نہ ہو اور ان پر شفقت میں کوتاہی نہ کرے ان کو خوش رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرے اپنے اچھے اموال کو ان سے دریغ نہ کرے ان کی سفارشات اور دستورات کو نافذ کرے دوسرا کام کم از کم یہ ہے کہ "**یذکرهما فی صالح دعائه**" کہ ان کو اپنی خاص دعاؤں اور استجابت کے مقامات پر دعاؤں میں شامل کرے۔

باپ کے ہم پلہ

دو قسم کے لوگوں کو ماں باپ کے ہم پلہ قرار دیا گیا ہے خالہ کو ماں کے مانند اور سسر کو باپ کے مانند، خالہ کے سلسلہ میں گفتگو کی جاچکی ہے سسر کے سلسلہ میں روایت میں وارد ہوا ہے کہ وہ شخص جس نے اپنے پارۂ جگر کو تمہاری زندگی کا حصہ بنا دیا ہے اس کا احترام بھی اپنے سگے باپ کے مانند کرو اس کا احترام و اکرام سگے باپ کے مانند کرنا ضروری ہے یہی کیا کم ہے کہ روایت میں اسے باپ سے تعبیر کیا گیا ہے مگر افسوس کہ ہم اولاد اپنے اس اہم باپ کو اسی طرح نظر انداز کرنے کے مجرم بن جاتے ہیں جس طرح سگے باپ کے حق و ادب سے بے بہرہ

https://downloadshiabooks.com/

ہوتے ہیں گویا اس نے اپنی بیٹی دے کر ہماری زندگی اجیرن بنادی ہے اس سے بے جا توقع رکھتے ہیں حالانکہ شریعت نے اسے سگے باپ کا درجہ دے کر وہ سارے حقوق اولاد یعنی داماد پر نافذ کر دئے ہیں جو سگے باپ کے حق میں ہیں حضرت امام رضاؑ فرماتے ہیں کہ آواز بھی باپ کے آگے بلند نہیں ہونی چاہیئے مگر افسوس کہ بعض اپنے سسر کو برا بھلا کہتے ہیں۔

دوسرا اہم پلہ

باپ کے ہم پلہ ایک ذات کو اور بھی قرار دیا گیا ہے جس پر کبھی مفصل گفتگو کی جائے گی فعلاً ایک روایت جسے ابن بابویہ نے نقل فرمایا ہے ملاحظہ ہو فرماتے ہیں کہ "معلم الخیر والدین یقوم مقام الاب" نیکی کی تعلیم دینے والا، دین کی آموزش اور شریعت کے احکام سے آشنا کرنے والا یعنی استاد بھی باپ کا قائم مقام ہے "و یجب له مثل الذی یجب له، فاعرفوا حقه" استاد اور معلم خیر و شریعت کا حق اس کے شاگردوں پر ویسے ہی لازم و واجب ہے جیسے کہ اس کے سگے باپ کا حق واجب ہے اس کے بعد الگ سے حکم دیا جارہا ہے "فاعرفوا حقه" اس کے حق کی شناخت پیدا کرو کہ جب تک شناخت پیدا نہیں ہو گی ادائیگی حق کا جذبہ پیدا نہیں ہو گا۔

https://downloadshiabooks.com/

عبادت کی چوٹی

انسان اپنے تمام اعمال و عبادات میں اگر بھرپور شروط و قیود کو مد نظر رکھ کر انجام دے تو ہو سکتا ہے عمل و عبادت کی چوٹی تک پہنچ جائے یعنی جیسی نماز و عبادات کا خدا نے مطالبہ کیا ہے اس کی چوٹی تک پہنچ سکتا ہے البتہ یہ کام معصومینؑ انجام دیتے رہے ہیں بات غیر معصوم کی ہو رہی ہے اگرچہ غیر معصوم کے بس کی بات بہت کم ہے کہ کسی بھی عبادت کو اس کے تمام حدود و قیود کے مطابق انجام دے سکے لیکن امکان بہر حال پایا جاتا ہے سوائے تین امر کے کہ جس میں عظیم سے عظیم ترین انسان بھی مقصر ہے اس کے بس کی بات نہیں ہے کہ کما حقہ اس عمل یا حق کو ادا کر سکے روایت میں یوں وارد ہوا ہے "ان کل اعمال البر یبلغ العبد الذروۃ منھا الا ثلاث حقوق " ہر نیک کام کی انسان چوٹی پر پہنچ سکتا ہے سوائے تین حقوق کے کہ کسی کے بس کی بات نہیں ہے کہ اس کو کمال و تمام کی منزل تک پہنچا سکے ، **حق اللہ ، و حق رسول اللہﷺ و حق الوالدین** پروردگار کا حق ، رسول خدا کا حق اور والدین کا حق۔

حکیم الٰہی علامہ سید محمد باقر موسوی شیرازی صاحب لوامع شرح صحیفہ میں فرماتے ہیں چونکہ ہمارے جسمانی ماں باپ در حقیقت ہمارے معنوی و روحانی ماں باپ کا سایہ ، مثال اور پرتو و کرن ہیں اسی لئے ان ماں باپ کی بھی اس قدر تعظیم و

https://downloadshiabooks.com/

تکریم اور ان کے ساتھ نیک سلوک کا حکم دیا گیا ہے حالانکہ ہمارے سگے ماں باپ میں اور روحانی و معنوی ماں باپ یعنی حضرات معصومینؑ میں بہت فرق ہے بلکہ جسم اور روح کا سا فرق ہے یعنی ائمہ طاہرینؑ گویا ہماری روح ہیں اور ہمارے ماں باپ گویا ہمارے جسم ہیں یعنی ہمارا دو وجود ہے ایک وجود ظاہری جس کی خلقت کے واسطے ہمارے سگے ماں باپ ہیں اور دوسرا وجود معنوی و روحی ہے جس کی خلقت کے واسطہ حضرات معصومینؑ ہیں۔

عرب دنیا کا قدیم زمانہ میں ایک بہت بڑا شاعر گذرا ہے جس کا نام ابن فارض تھا اس کا دیوان بھی ہے اور اس دیوان کی شرح بھی کی گئی ہے اس دیوان میں ابن فارض کا ایک قصیدہ بہت عمدہ ہے جسے قصیدۂ تائیہ کبریٰ کے عنوان سے ادباء و بلغاء میں خاصی شہرت حاصل ہے اس عظیم الشان ادیب و شاعر نے جناب رسول خداؐ کو حضرت آدمؑ کا باپ قرار دیا ہے حالانکہ حضرت آدمؑ ابو البشر ساری بشریت کے باپ ہیں مگر ابن فارض کہتا ہے کہ میرے پاس دلیل ہے کہ جناب رسول خداؐ حضرت آدمؑ کے بھی باپ ہیں شعر یہ ہے:

" وانّی وان کنت ابن آدم صورۃ" بیشک بیشک مجھے اعتراف ہے کہ میں شکل و صورت میں جناب آدمؑ کا بیٹا ہوں یہ کلام ابن فارض جناب رسول خداؐ کی زبانی بیان کر رہا ہے کہ یقیناً میں جسمانی طور پر فرزند آدمؑ ہوں مجھے حضرت آدمؑ کی

https://downloadshiabooks.com/

فرزندی سے انکار نہیں ہے مگر "**فلی فیہ معنی شاھد بابوّتی**" لیکن میرے پاس اس کی دلیل ہے کہ میں حضرت آدمؑ کا باپ ہوں اور وہ ہے معنی و معنوی طور پر کہ میں رسول خداؐ حضرت آدمؑ کا روحی و معنوی باپ ہوں کیونکہ اللہ نے آدم کا پتلہ تیار کرنے کے بعد جو روح ان کے پیکر میں پھونکی تھی وہ کوئی اور روح نہیں میری روح کا ایک حصہ تھی اللہ نے سب سے پہلے میری روح میرے نور میری حقیقت محمدیہ کو پیدا کیا تھا اور پھر "**و نفخت فیہ من روحی**" پیکر آدم میں میری روح کے ایک حصہ کو نفخ کیا تھا اس لئے بعض بزرگوں نے کہا ہے ساری ارواح ایک روح سے خلق ہوئی ہیں اور وہ روح حضرت رسول خداؐ ہے اور آنحضرتؐ کی روح تمام ارواح کی اصل اور سرچشمہ ہے جس سے حضرت آدم کا وجود کامل اور متحرک ہوا ہے لہذا میں ابو الارواح ہوں اور آدم ابو الاجسام ہیں اسی لئے نبی کریمؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ "**کان اللہ ولم یکن معہ شی آخر**" "سب سے پہلے پہل صرف خدا تھا اور اس کے ساتھ کوئی دوسری شئ نہیں تھی پھر اللہ نے میرے نور اور میری روح کو پیدا کیا میرے نور و روح کے دو حصہ کئے پھر ۱۴ نور و روح میں تقسیم کیا اس وقت میری روح اور میرے نور کے علاوہ کچھ نہ تھا اسی لئے خدا نے روح کو اپنی طرف اسی طرح نسبت دی ہے جس طرح خانہ کعبہ کو اپنا گھر کہا ہے۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اللہ نے "**و نفخت فیہ روحی**" نہیں کہا ہے "**من روحی**" کہا ہے کہ جس سے بعضیت کا پتہ چلتا ہے یعنی حضرت آدمؑ میں ایک

https://downloadshiabooks.com/

حصۂ روح نبیؐ کو پھونکا گیا ہے اور پھر روح کے لحاظ سے ان کی نسل بھی میری نسل ہے اس لئے کہ قرآن نے اعلان کر دیا ہے کہ "ثم جعلنا نسله من سلالة من ماء مهين" پھر ہم نے ان کی نسل کو باریک و پست پانی کے نچوڑ سے قرار دیا ہے لہذا حضرت آدم نبی کریمؐ کے جسمی باپ ہیں اور میں رسول خداؐ ان کا روحی باپ ہوں اور صرف میں نہیں بلکہ اس روح و جان کا حصہ میرے بھائی علی بن ابی طالب، میری بیٹی فاطمہ زہراءؑ اور میری معصوم اولاد حضرات ائمہ طاہرینؑ بھی حضرت آدمؑ کے لئے سبب خلقت ہونے کے ساتھ ان سب کی روح کے ایک حصہ سے خلق ہوئے ہیں لہذا میری پاک و پاکیزہ اولاد معنوی و روحی اعتبار سے حضرت آدمؑ اور فرزندانِ حضرت آدمؑ کے باپ ہیں اگرچہ جسمانی اعتبار سے حضرت آدم ہم سب کے باپ اور حضرت حواء ہم سب کی ماں ہیں۔

ایک بات اور بھی قابل غور ہے کہ جسم و پیکر حضرت آدمؑ اسی خاک سے بنا جس کو اللہ نے ہماری بدولت خلق کیا تھا یعنی یہ افلاک و املاک اور زمین و آسمان سب ہماری وجہ سے خلق ہوئے ہیں اور ہماری ملکیت ہیں پیکر آدمؑ ہماری پراپرٹی سے تیار ہوا ہے لہذا یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جسم و پیکر آدمؑ و فرزندانِ آدمؑ میں ہماری دخالت ہے اور ہمارے مال اور میٹیریل سے آدمؑ و فرزندان آدم کی تخلیق ہوئی ہے شاید اسی لئے امام علی نقیؑ نے زیارت جامعہ کبیرہ میں اہل بیتؑ کو مخاطب قرار دے کر فرمایا ہے کہ "واجسادکم فی الاجساد وارواحکم فی الارواح" اے

https://downloadshiabooks.com/

اہل بیت محمدؐ نہ صرف یہ کہ آپ لوگوں کی روحیں، فرزندان آدم کی روحوں میں دخیل ہیں بلکہ آپ بزرگواروں کے اجسام واجساد بھی انسانوں کے اجسام میں دخیل ہیں یعنی ان کے وجود میں صرف آپ لوگوں کی روح ہی نہیں بلکہ ان کے جسموں کی بھی تخلیق میں آپ بزرگواروں کے اجسام مطہرہ کی دخالت ہے۔

غور و فکر کا محل

حکم جہاد کے بعد رسول خداؐ نے دفاعی جہاد کو سارے مسلمانوں پر مرد ہوں یا عورت بچے ہوں یا بوڑھے فرض قرار دیا ہے اور معصومین علیہم السلام نے بھی متعدد روایات میں دفاعی جہاد کو سب پر لازم و واجب جانا ہے لیکن روزہ، نماز، حج، اور جہاد سے بھی بڑھ کر ماں باپ کے ساتھ نیکی کا سلوک کرنا ہے حتی کہ جہاد فی سبیل اللہ سے بھی زیادہ عظمت و اہمیت والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے کا اور ان کی دیکھ ریکھ کا ثواب قرار دیا گیا ہے۔

آیات جہاد نازل ہو چکی تھی مسلمین جہاد کی تیاری میں مصروف تھے کہ ایک شخص خدمت رسول خداؐ میں پہنچتا ہے او عرض کرتا ہے کہ اے اللہ کے رسولؐ! "انی راغب فی الجهاد نشیط" میں جہاد میں دلچسپی رکھتا ہوں مجھے جہاد فی سبیل اللہ کا صرف شوق ہی نہیں بلکہ چست و آمادۂ جہاد ہوں پیغمبر خداؐ نے فرمایا: "مجاهد فی سبیل الله" تو پھر راہ خدا میں جہاد کیوں نہیں کرتے ہو جاؤ راہ خدا میں

https://downloadshiabooks.com/

جہاد کرو اس لئے کہ تم:

۱۔ " فانك ان تقتل تكن حيا عند الله ترزق " اگر تم راہ خدا میں جہاد کرتے ہوئے مارے گئے تو شہید کہلاؤ گے اور شہید عند اللہ زندہ ہوتا ہے اور خدا کی جانب سے رزق پاتا ہے۔

۲۔ "وان تمت فقد وقع اجرك على الله " اور اگر میدان جہاد کی طرف روانہ ہوئے مگر تمہیں موت آگئی تو تم بھلے ہی شہید کا عنوان نہیں پاؤ گے مگر مہاجر الی اللہ کا عنوان مل جائے گا اور جو راہ خدا میں ہجرت کرتا ہے اس کا اجر و ثواب خدا کے اوپر ہوتا ہے جس طرح طالب علم اگر مر جائے تو وہ مہاجر الیٰ اللہ و مہاجر فی اللہ ہے اس کا اجر از روئے قرآن اللہ پر ہے۔

۳۔ تیسری صورت یہ ہے " وان رجعت رجعت من الذنوب كما ولدت " تم جہاد کر کے فتح یابی حاصل کر کے لوٹو اور جنگ کا خاتمہ ہو جائے تو تمہیں غازی کا خطاب مل جائے گا اور یہ واپسی ایسے ہی ہے جیسے کہ شکم مادر سے پاک و پاکیزہ اور بغیر آلودہ بہ گناہ ہوئے باہر نکل رہے ہو نص کلام رسول خداؐیوں وارد ہوا ہے فتح و ظفر کے ساتھ زندہ واپس ہوئے تو اول روز ولادت کی طرح گناہوں سے پاک و پاکیزہ ہو جاؤ گے۔

وہ جوان پہلے سے ہی شوق جہاد میں جناب رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر

https://downloadshiabooks.com/

ہوا تھا اور اب جناب رسول خداؐ سے اس قدر فضیلت جہاد سن کر یقیناً منقلب ہو گیا ہو گا کہ زندہ واپسی پر شکم مادر سے پیدا ہونے والے بچے کے مانند پاک صاف نامۂ اعمال والا بن جاؤں گا اور اگر موت بھی آگئی معرکہ کارزار میں نہ پہنچ سکا تو مہاجر الیٰ اللہ کا اجر و ثواب جس کا اندازہ صرف خدا کو ہے پاؤں گا اور شہید ہو گیا تو شہادت کا درجہ وہ درجہ ہے کہ جس کے اوپر کوئی درجہ نہیں ہے حدیث معروف میں ذکر ہوا ہے کہ "فوق کل ذی برّ برّ حتی یقتل الرجل فی سبیل اللہ فما فوقہ برّ " ہر نیک کام کے اوپر اس سے بلند نیک کام بڑے اجر و ثواب کا کام متصور ہے مگر درجۂ شہادت کمال اجر و ثواب کا درجہ ہے جس کے اوپر کوئی درجہ نہیں ہے۔

بہر حال وہ جوان اس ساری فضیلتوں کے سننے کے بعد اور شوق جہاد رکھنے کے باوجود اپنی عالی ذہنیت اور شرعی و اخلاقی ذمہ داری سے بخوبی واقف ہونے کے ناطے کہتا ہے: "یا رسول اللہ ! ان لی والدین کبیرین " اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ بڑے بوڑھے ہو گئے ہیں " یزعمان انہما یأنسان بی و یکرھان خروجی " ان دونوں کا خیال ہے کہ بیٹا ہم دونوں کو تمہیں سے انس و الفت ہے ہم تمہارے بغیر پریشان ہو جائیں گے اور اے اللہ کے رسولؐ ! میں ان دونوں کے سامنے اپنے شوق جہاد کا تذکرہ کر چکا ہوں جو نہی انھیں پتہ چلا ان دونوں نے میرا جہاد کے لئے جانا، ناپسند کیا اس لئے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ کیا کروں ؟ میری واقعی و حقیقی ذمہ داری کیا ہے ؟ بس یہ سننا تھا کہ جناب رسول

https://downloadshiabooks.com/

خداؐ نے فوراً فرمایا:" فقرّ مع والدیك" پھر تم اپنے والدین کے ساتھ ٹھہر جاؤ جہاد پر نہ جاؤ رسول خداؐ کا اس جوان کو جہاد کی ساری فضیلتیں بیان کرنے کے بعد اس طرح منع کرنا اور یہ کہنا کہ اپنے ماں باپ کی خدمت میں رہو بول رہا ہے کہ تلواروں کے وار، نیزوں کے وار، تیروں کے وار اور طرح طرح سے جہاد کے اجر و ثواب سے زیادہ، ماں باپ کی خدمت میں رہنا اگر بھاری اجر و ثواب کا عمل نہ ہوتا تو اس جوان کے ساتھ دھوکہ ہو جاتا کہ رسول خداؐ دو عمل کے درمیان جو عمل کم اجر و ثواب والا ہے اس کی طرف بھیج رہے ہیں اور زیادہ اجر و ثواب والے عمل سے روک رہے ہیں ۔

صحیح ہے کہ شہادت سے بڑا درجہ نہیں، صحیح ہے کہ سارے گناہوں سے پاک ہو کر نومولود کی طرح بن جانا بہت بڑی بات ہے صحیح ہے کہ راہ جہاد میں موت آجائے بھلے ہی جہاد نہ کیا ہو تو مہاجر الی اللہ کے ناطے انسان کے اجر و ثواب کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا لیکن ماں باپ سے انس، ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک، ماں باپ کی خدمت، اس حدیث کے انجام و اختتام سے آشکار ہے کہ شہید، مہاجر اور غازی کے درجہ اور ثواب سے زیادہ اہمیت و ثواب کا باعث ہے اسی لئے پیغمبر خداؐ نے اس جوان کو حکم دیا کہ اپنے ماں باپ کی خدمت میں رہو اور اسی پر بات ختم نہیں کر دی ورنہ جوان مطمئن نہ ہوتا اور اپنے کو بھاری اجر و ثواب سے محروم سمجھتا پیغمبر خداؐ نے فرمایا:" فوالذی نفسی بیدہ ، لانسھما بك یوما و لیلۃ ، خیر من

https://downloadshiabooks.com/

جهادسنة "اس خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں مجھ محمد مصطفیٰ سید الانبیاءؐ کی جان ہے کہ ایک شب و روز تمہارے ماں باپ کا تم سے انس حاصل کرنا اور ان کا تم سے خوش ہونا پورے ایک سال کے جہاد سے بہتر و برتر ہے۔[27]

27۔ الکافی: ج۲، ص۱۶۰۔ امالی للشیخ الصدوق: ص۴۱۶۔ بحار الانوار: ج۱۷، ص۵۲۔

https://downloadshiabooks.com/

قال الامام زین العابدین علیہ السلام: و ابرھما بر الام الرؤوف۔

یہ جملہ ما قبل جملہ پر عطف ہے مطلب یہ ہو گا کہ خدایا مجھے ایسا بنادے کہ جس طرح ایک مہربان، نہایت شفیق ماں اپنے لال اور پیارے بیٹے پر مہربان ہوا کرتی ہے میں بھی اپنے والدین کے ساتھ نیکی و مہربانی میں اس شفیق ماں کی طرح ہو جاؤں اور ان دونوں کے حق میں نہایت شفقت و مہربانی سے پیش آؤں۔

ماں باپ یکساں طور پر اس لائق ہیں کہ امام زین العابدینؑ فرمارہے ہیں کہ ان دونوں کے حق میں ویسی شفقت و مہربانی کروں جیسی ایک شفیق و نہایت مہربان ماں اپنی اولاد کے حق میں کرتی ہے آخر امام سجادؑ نے شفیق ماں سے ہی تشبیہ کیوں دی ہے کیوں نہیں شفیق و مہربان باپ سے تشبیہ دی؟

وجہ یہ ہے کہ ماں، باپ کی نسبت زیادہ رقیق القلب، زیادہ مہربان اور زیادہ شفیق ہوا کرتی ہے اولاد برائی بھی کر جائے تو ماں، نہایت نرم دل ہونے کے باعث اولاد پر مہربانی و شفقت سے کنارہ کشی اختیار نہیں کرتی یقیناً باپ بھی اولاد پر مہربان ہوتا ہے لیکن جتنا ماں اپنی اولاد پر مہربان ہوتی ہے اتنا باپ نہیں، اس لئے امام سجادؑ نے شفیق اور نہایت مہربان ماں سے تشبیہ دیتے ہوئے اس اہم نکتہ کی طرف

https://downloadshiabooks.com/

ہمیں متوجہ کیا ہے کہ اپنے ماں باپ کے حق میں باپ سے بھی زیادہ شفیق و مہربان ماں کی طرح نیکوکاری اور بہترین سلوک کرو۔

علامہ سید نعمۃ اللہ جزائری نے "ابرّهما" باء کو کسرہ کے ساتھ لکھا ہے اور انقیاد و پیروی اور اطاعت مراد لیا ہے یعنی اے پروردگار مجھے ایسا نیکوکار بنادے کہ جیسے ایک مہربان ماں اپنے لال پر مہربان ہوتی ہے اور میں مہربان ماں کی طرح والدین کی اطاعت کروں۔

لیکن ظاہراً یہ معنی بہتر نہیں ہے کیونکہ یہاں اطاعت و انقیاد کی بات نہیں ہو رہی ہے بلکہ مہربان ماں کی طرح ماں باپ پر نہایت شفقت اور مہربانی کی بات ہے جس میں ضمناً ان کی اطاعت و پیروی بھی شامل ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ یہاں برّ بمعنی احسان و نیکوکاری بروزن علم ہے اس لئے ابرّہی صحیح ہے۔

دو جملہ میں مقابلہ سے ایک بات اور عیاں ہوتی ہے پہلے جملہ میں " اهابهما هيبة السلطان العسوف" میں ھیبۃ مفعول مطلق نوعی ہے یعنی ماں باپ سے ایسا خوف رکھوں کہ جیسا کسی جبار حاکم سے رعایا خوف کرتی ہے جبکہ دوسرے جملہ میں بھی مفعول مطلق نوعی ہے یعنی ماں باپ پر ایسا احسان اور شفقت کروں جیسا کہ ایک مہربان اور نہایت شفیق ماں اپنے اکلوتے بیٹے پر مہربان و شفیق ہوتی ہے ان دونوں جملوں میں صرف ایک فرق ہے جسے علامہ ابن معصوم نے بیان

https://downloadshiabooks.com/

فرمایا ہے کہ پہلے جملہ میں ھیبت کو مفعول یعنی سلطان کی طرف اضافہ کیا گیا ہے جس سے خوف کھایا جاتا ہے جبکہ دوسرے جملہ میں برّ کو فاعل یعنی ماں کی طرف اضافہ کیا گیا ہے جو کہ نہایت مہربانی وشفقت کرتی ہے۔

ماں کی شفقت میں اور خدا کی شفقت میں عبد و معبود کا فرق ہے مگر خدا نے ماں کی شفقت کے مقابلہ میں بیٹے پر ماں باپ کے حق میں شفیق ہونے کا حکم دیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ بیٹے کو تعلیم و دستور دینے کی ضرورت ہے جبکہ ماں باپ کو اولاد پر شفقت ومہربانی کا حکم نہیں دیا گیا ہے وجہ کیا ہے؟ وجہ واضح ہے اولاد ناشکری، ناقدری ،غفلت اور برے سلوک کر سکتی ہے لہذا سدھار کے احکام ، جھنجھوڑنے کے دستور کی ضرورت ہے جبکہ ماں باپ فطرتاً، عرفاً، محبتاً اپنی اولاد پر شفیق ہوتے ہیں لہذا انھیں دستور کی ضرورت نہیں ہے۔

اولاد پر والدین کے حق میں شفقت کرنے کا دستور بتلا رہا ہے کہ یہاں کوتاہی ممکن ہے لہذا حکم صادر ہوا ہے حضرت امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں "اربع من کنّ فیه بنی الله له بیتا فی الجنة" چار قسم کے لوگ وہ ہیں کہ اگر ان میں چار خصوصیتیں پائی جائیں تو خداوند متعال ان کے لئے جنت میں گھر بنادے گا یہ گھر کی تعمیر خود اس بات کی دلیل ہے ان چار صفتوں کا حامل انسان کا جنتی ہونا کنفرم ہے وہاں گھر اور قصر کی تعمیر کی گفتگو کی جارہی ہے اب ان چار صفتوں پر توجہ کی ضرورت

https://downloadshiabooks.com/

ہے۔

۱۔ "من آوی یتیما" جو شخص کسی یتیم کو پناہ دے گا اس روایت میں یتیم کا مسلمان ہونا ذکر نہیں ہوا ہے اور پناہ دینے کی کوئی تفصیل نہیں بتلائی گئی ہے بس یتیم اپنے کو محفوظ پناہ میں سمجھے تو پناہ دینے والا انسان صرف جنتی نہیں بلکہ خدا اس کے لئے جنت میں گھر تعمیر کر دیتا ہے۔

۲۔ "رحم الضعیف": اور وہ انسان جو کسی کمزور پر ترحم کرے اس کی کمزوری کو دور کرے اس کا سہارا بنے اس کی مشکلات کو دور کرے یہاں پر بھی روایت میں کوئی قید و شرط ذکر نہیں ہوئی ہے جس سے ہر قسم کے کمزور شخص پر مہربانی و مروت کرنے والے کو جنتی اور گھر تعمیر ہونے کی خوش خبری دی جا رہی ہے۔

۳۔ "و اشفق علی والدیه": اور وہ شخص بھی صرف جنتی نہیں بلکہ جنت میں اللہ اس کے لئے گھر تعمیر کرتا ہے جو اپنے ماں باپ پر شفقت و مروت کرتا ہے ماں باپ پر مہربانی کس قدر عظیم عمل ہے کہ خداوند متعال نے بدلہ میں سوائے جنت کے اور کوئی اجر متعین نہیں کیا ہے۔

۴۔ "و رفق بمملوکه": اور وہ شخص جو اپنے غلام و کنیز پر نرمی سے کام لے ان کے حق میں رفق و مدارات کرے ان کے اوپر سخت و شدید اعمال تحمیل نہ

https://downloadshiabooks.com/

کرے ان کو ایک اسیر کی طرح نہ رکھے۔

بہر حال ماں باپ پر مہربانی و شفقت، یتیم پر شفقت سے بڑھ کر اجر و ثواب رکھتی ہے اس لئے کہ یتیم پر شفقت و مہربانی بے حد اجر و ثواب کا باعث ہے مگر جب کسی یتیم کو شفقت کے علاوہ پورے طور سے پناہ دی جائے اس کی ساری ذمہ داریاں اٹھائی جائیں یہاں تک کہ وہ بے نیاز ہو جائے تب اس پناہ دینے والے کے لئے جنت میں خدا گھر بناتا ہے جبکہ والدین پر ترحم و شفقت اور مہربانی سے ہی انسان جنت کا خریدار بن جاتا ہے اور خداوند متعال اسکے لئے جنت میں گھر تعمیر کرتا ہے۔

ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کو راہ خدا میں جہاد کے برابر قرار دیا گیا ہے اسی طرح ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کو اول وقت نماز پڑھنے سے تشبیہ دی گئی ہے بلکہ نماز کے برابر ماں باپ کی اطاعت کا حکم ہے اور دیگر بہت سے اعمال خیر کے ساتھ ماں باپ کی اطاعت کو تشبیہ دی گئی ہے۔

ایک تشبیہ پر توجہ دیں اول وقت نماز پڑھنے کا بڑا اجر و ثواب ذکر ہوا ہے اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کے ثواب کو اول وقت نماز کے ثواب سے ملایا گیا ہے ایک روایت میں ارشاد ہوتا ہے :" ان الصلاۃ اولھا جزور و آخرھا عصفور "اول وقت نماز کا اجر و ثواب اونٹ کے برابر ہے جبکہ آخر وقت نماز کا اجر و ثواب چڑیا کے مانند ہے اور والدین کی اطاعت اور ان کے ساتھ نیک سلوک اول

https://downloadshiabooks.com/

وقت نماز کے ثواب سے ملایا گیا ہے جس سے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کے بے حد اجر و ثواب کا اندازہ ہوتا ہے۔

یہی نہیں ایک یتیم کی کفالت کے اجر سے بھی ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کے اجر کو ملایا گیا ہے اور یتیم کی تربیت و پرورش کا واقعی اجر و ثواب مقرر کرنا مشکل کام ہے یتیم گریہ کرتا ہے تو عرش الٰہی کانپ اٹھتا ہے آواز قدرت آتی ہے " من ھذا الذی ابکی عبدی الذی سلبته ابویه " یہ کون مجرم اور ظالم شخص ہے کہ جس نے میرے اس بندہ کو رلایا ہے کہ جس کے ماں باپ کو میں نے اٹھالیا ہے اور پھر اسے چپ کرانے والے پر جنت کے وجوب کا اعلان کرتا ہے۔

جناب رسول خداؐ یتیم پرور تھے اسی لئے آپ نے فرمایا ہے میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا یکساں طور پر جنت میں اللہ سے ملاقات کریں گے جی ہاں یتیم پروری اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک یکساں اجر و ثواب رکھتا ہے مطلب یہ ہے کہ کافل یتیم کی طرح ماں باپ کی ساتھ نیک سلوک کرنے والا، پیغمبر خدا حضرت محمد مصطفیؐ کے ہمراہ جنت میں داخل ہو گا۔

ماں باپ اگر تند مزاج اور بری طبیعت کے مالک ہوں اور اولاد پر بڑھاپے میں ظلم کریں ستائیں اور زحمتوں کا سبب بنیں لیکن مومن اولاد سب کچھ سہہ لے تو اس کے اجر و ثواب کا ٹھکانہ نہیں ہے اس کی مثال اس مختصر سے واقعہ سے کرلیں کہ

https://downloadshiabooks.com/

جناب رسول خداؐ ایک یتیم کو پال رہے تھے کچھ دنوں بعد وہ مر گیا تو رسول خداؐ نے سوگ منایا رات بھر جاگتے رہے اور ایک دانہ منھ کو نہیں لگایا اور بے حد پریشانی کا اظہار کرتے رہے۔

برّ الوالدین میں اور ان کے ساتھ نیکی کرنے میں یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ ضرورت مند ہی ہوں تبھی نیکوکاری کی جائے نہیں بلکہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے آیت کریمہ " و بالوالدین احسانا" کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے: "الاحسان ان تحسن صحبتهما ، و ان لا تكلفهما ان يسألاك شيئا ممّ تحتاجان اليه و ان كانا مستغنين" ماں باپ کے ساتھ احسان یہ ہے کہ ان کے ساتھ بہترین سلوک، بہترین ہمراہی اور بہترین انداز سے ان کے ہمراہ رہا جائے یہ ایک پہلو جس میں کوئی خرچ نہیں ہے اور غریب و فقیر انسان بھی اس پہلو سے ماں باپ کے ساتھ احسان کر سکتا ہے۔

دوسرا پہلو احسان بوالدین کا یہ ہے کہ ان دونوں کو کسی چیز کے سوال کرنے کی نوبت ہی نہ آئے اور بیٹے اس کو وقت سے پہلے فراہم کر دیں یہاں ماں باپ کی ضرورتمندی کا خیال رکھنا ہے اور ان کے سوال کرنے سے پہلے ضروری اشیاء فراہم کرنا ہے تب احسان بوالدین کہلائے گا۔

محل گفتگو یہ ہے کہ ماں باپ کے اوپر احسان تب بھی کیا جائے اور ان کو

https://downloadshiabooks.com/

نوازا جائے جب کہ وہ بے نیاز ہوں حضرت امام صادقؑ کے کلام پر توجہ دیں جو کہ کلام کی جان اور تیسرا مرحلۂ نیکوکاری اور والدین کے حق میں نیکی واحسان کا بالاترین درجہ ہے حضرت امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ ماں باپ کو تب بھی نواز و جب کہ وہ تمہارے ضرورت مند نہ ہوں "وان کانا مستغنین "یعنی وہ لوگ کما کھا رہے ہیں اپنی ضرورتوں کو وہ خود بخوبی پوری کر لیتے ہیں تب بھی احسان بوالدین کرنا اولاد کی ذمہ داری ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کی بے نیازی کے باوجود انھیں نوازیں ان کے لئے اچھی چیزیں لے جائیں اور پیار سے گفتگو کریں۔

ہم میں سے کون ایسا ہے جو کہ نہیں چاہتا کہ اس کی عمر میں اضافہ ہو جائے اس کے رزق میں وسعت ہو جائے اور پر سکون زندگی بسر کرے اس کے لئے حضرت رسول خداؐ فرماتے ہیں کہ "من سرّہ ان یُمدّ فی عمرہ و یزاد فی رزقہ" جسے پسند ہے کہ اس کی عمر کو طولانی کر دیا جائے اس کے رزق میں وسعت دے دی جائے اسے دو کام کرنا ہے ایک کام تو انسان شرما حضوری میں بھی کر لیتا ہے لیکن دوسرا بڑا مہم ہے پہلا کام " فلیبرّ والدیہ " کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرے اور دوسرا جس کے ہم آپ زیادہ کمتری اور نقص کے شکار ہوتے ہیں حالانکہ ہمارا ہی فائدہ ہے ہماری ہی عمر میں اضافہ اور رزق میں وسعت ہوتی ہے وہ ہے " ولیصل رحمہ " اپنے قریبی رشتہ داروں سے میل بیوہار قائم رکھنا ان سے رابطہ میں رہنا ان سے تعلقات اچھے رکھنا اور ضرورت مند ہوں تو پھر ان کی دست گیری

https://downloadshiabooks.com/

کرنا، خداوند متعال ہمیں اس آخری کام کی زیادہ سے زیادہ توفیق دے۔

ہم موت سے بھی ڈرتے ہیں اور ملک الموت سے بھی جبکہ ملک الموت، شیعیان اہل بیتؑ بالخصوص زائرین امام حسینؑ کے حق میں اسی قدر مہربان ہے جتنا ایک شفیق ماں اپنے لال پر مہربان ہوتی ہے امام جعفر صادق علیہ السلام مسمع بن کر دین سے فرماتے ہیں "وملك الموت ارقّ عليك و اشدّ رحمة لك من الام الشفيقة على ولدها " ملک الموت ایک شفیق ماں کے اپنے بیٹے پر شفقت و مہربانی سے زیادہ رقیق القلب اور مہربان ہے، ہمارا ملک الموت سے خوف ہمارے کمزور اعتقادی کی دلیل اور کلام معصومؑ پر کم عقیدتی کی بنیاد پر ہے حقیقت تو یہ ہے کہ ملک الموت مہربان ترین مہربان ماں سے زیادہ ہم شیعوں کے اوپر مہربان ہوں گے۔

ہم موت سے بھی بلاوجہ خوف کھاتے ہیں جبکہ حضرات ائمہ طاہرینؑ ہمارے اوپر شفیق ماں سے زیادہ شفیق ہیں اور موت کے وقت ان بزرگوار کی موجودگی سے مومن پر سکون ہو جاتا ہے اس کی بہترین دلیل حضرت امیر المومنینؑ کی موجودگی اس فقیر کی دیکھ ریکھ میں کہ جس کو امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے دفن امیر المومنینؑ سے واپسی پر روتا ہوا پایا تھا۔

روایت میں ہے علامہ جعفر نقدی نے لکھا ہے کہ اس فقیر نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ سے عرض کیا تھا: " انه كان لى كالامّ الشفيقة بولدها " وہ

https://downloadshiabooks.com/

شخص میری نسبت اس قدر شفیق ومہربان تھا کہ جس طرح ایک بے حد مہربان ماں اپنے لال پر مہربان ہوا کرتی ہے فوراً امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے سمجھ لیا تھا کہ وہ کوئی اور نہیں امیر المومنین علیؑ تھے وہ امامؑ جو اپنے چاہنے والے فقیر پر زندگی میں شفیق ماں کی طرح مہربان ہو وہ ہماری کڑی مشکل، جان کنی کے عالم میں کس قدر مہربان ہوں گے اس کا اندازہ بھی نہیں لگایا جاسکتا ہے[28]۔

ہم تو زنجیر و قمع کر کے جان نہیں دیتے وہ فقیر جب مولاؑ کی قبر پر پہنچا تھا تو اپنے سر کو بار بار قبر امیر المومنینؑ پر مارتا جاتا تھا امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے اس فقیر کو قبر سے دور کرنا چاہا لیکن وہ دور نہیں ہوا تو امام حسنؑ اور امام حسینؑ بھی بیٹھ کر وہاں اس کے گریہ کے ساتھ گریہ کرنے لگے یہاں تک کہ "ضرب براسه علی القبر حتی قضی نحبه" امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی موجودگی میں اس نے قبر امیر المومنینؑ پر اپنے سر کو اس زور سے دے مارا کہ اس کی جان ہی چلی گئی۔

اگر اس کا یہ عمل ناپسندیدہ تھا تو اماموں کو اس کی ملامت و مذمت کرنی چاہیئے تھی مگر ایسا کچھ نہیں ہوا بلکہ امام حسن اور امام حسین علیہما السلام اٹھے اور اس کو وہیں غسل و کفن دیا اور امام امیر المومنینؑ کے پہلو میں دفن کیا اور مسلسل روتے ہوئے وہاں سے واپس ہوئے۔

28۔ الانوار العلویۃ: ص ۲۹۱۔

https://downloadshiabooks.com/

یہ فقیر یہ چاہنے والا یہ اندھا، بصارت نہیں رکھتا مگر مکمل بصیرت کے ساتھ قبر علی بن ابی طالبؑ سے سر ٹکرا کر مر جانے والا پہلا شخص ہے جسے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے ذریعہ غسل و کفن اور دفن ہونے کا شرف حاصل ہوا اور اسے پہلا مجاور علیؑ ہونے کا شرف ملا۔

قرآن مجید میں سورۂ بقرہ کی آیت ۱۸۰ میں تمام مسلمانوں پر ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے حق میں وصیت کر جانے کا حکم ہے اس آیت کریمہ سے پہلے قصاص کا حکم اور اس آیت کریمہ کے بعد صیام کا حکم ہے اور دونوں ما قبل و ما بعد کی آیتوں کا مخاطب مومنین ہیں اور دونوں کی تعبیر کتب کے ذریعہ کی گئی ہے جس کا وجوب ہم آپ جانتے ہیں کہ قصاص بھی واجب ہے اور صیام بھی واجب ہے۔

بیچ میں اس آیت کریمہ کا آغاز یا ایھا الذین آمنوا سے نہیں ہوتا مگر (کتب علیکم) سے ہوتا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ حکم وصیت والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لئے واجب تو ہے لیکن یہ حکم صرف مومنین سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ ساری انسانیت کو چاہیئے کہ ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے حق میں وصیت کریں یعنی قرآن مجید نے صرف مومنین و مسلمین سے خطاب نہیں کیا ہے بلکہ ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے حق میں پوری انسانیت کو دعوت دی ہے۔

(کتب علیکم) کے ذریعہ اگرچہ وجوب کا حکم آشکار ہے اور ما قبل و ما

https://downloadshiabooks.com/

بعد کے وجوب سے بھی اس حکم کا وجوب ظاہر ہے لیکن اس اہم مسئلہ میں خداوند متعال نے ایک ایسا لفظ استعمال کیا ہے جس سے ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کی اہمیت اور صلہٴ رحم کے حکم کی سختی و شدت کا پتہ چلتا ہے اور وہ ہے لفظ "حق" کا استعمال۔

اس کی وضاحت سے پہلے ایک حدیث جسے بہت سے سنی و شیعہ علماء نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے کہ پیغمبر خداؐ نے فرمایا ہے: "الوصیة حق علی کل مسلم "وصیت کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے ہمارے علماء نے حق سے مراد واجب لیا ہے اور یہی اس مقام پر صحیح بھی ہے اور اس کی دوسری روایات سے تائید بھی ہوتی ہے اور مسلمانوں کے اوپر از روئے قرآن و حدیث یہ ثابت ہے کہ وصیت کو واجب سمجھ کر کریں یا لکھ کے جائیں اور خاص طور سے اس وقت جب کہ وہ مال دنیا سے کچھ چھوڑ کر جارہے ہو۔

آیت کریمہ میں (کتب علیکم) کے باوجود آگے ارشاد ہو رہا ہے " حقًا علی المتقین " متقی اور پرہیز گار لوگوں کے اوپر وصیت کر کے جانا واجب ہے اور ہمارے کافی علماء نے وصیت کو واجب لیکن بعض نے مستحب موکد مانا ہے علامہ شیخ مفید کتاب المقنعۃ میں فرماتے ہیں "فینبغی للمرء المسلم ان یحترز من خلاف الله تعالیٰ و خلاف رسوله فی ترك الوصیة و اهمالها "

https://downloadshiabooks.com/

مسلمان شخص کے لئے سزاوار اور لازم ہے کہ وہ وصیت ترک کرنے یا اسے نظر انداز کرنے میں خدا اور رسول خداؐ کی مخالفت سے پرہیز کرے یعنی وصیت ضرور کرے۔

شیخ مفید نے دو روایتیں اور بھی ذکر کی ہیں جس سے امر وصیت کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے اور کتاب الوصایا میں ڈھیر ساری روایات موجود ہیں آنحضرتؐ ارشاد فرماتے ہیں "من مات بغیر وصیۃ مات میتۃ جاھلیۃ " "جو شخص مر جائے اور وصیت نہ کرے وہ جاہلیت کی موت مرا ہے "اس روایت سے اندازہ وہتا ہے کہ زمانہ کے حجت خدا اور معصوم کی عدم شناخت اور ترک وصیت دونوں برابر ہے وہاں بھی جاہلیت کی موت یہاں بھی جاہلیت کی موت۔

یہ بہت شدید روایت ہے لہذا تمام مسلمانوں کو ائمہ طاہرینؑ اور فقہاء و صالحین کی اتباع کرتے ہوئے قرآن مجید اور ارشادات معصومینؑ کی روشنی میں وصیت کر کے رکھنا چاہیئے کوئی ضروری نہیں ہے کہ لکھ کے ہی رکھیں لیکن بہر حال اپنے اور اپنے اہل و عیال کے امور اور خاص طور سے مالی امور کہ جس میں وارثین میں تلخی پیدا ہو جاتی ہے کے بارے میں ضرور وصیت کر کے سدھاریں۔

سنیوں کا اس آیت کے سلسلہ میں خیال ہے کہ یہ آیت مخصوص ہے ان والدین اور رشتہ داروں کے لئے کہ جو کافر یا بے دین ہوں ورنہ وارث ہونے کے

https://downloadshiabooks.com/

ناطے ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کو تو ارث ملے گا ہی لیکن ان لوگوں کی یہ بات سراسر غلط اور قرآن کی آیت کے خلاف ہے ارث الگ حکم رکھتا ہے اور وصیت الگ حکم، مرنے والے کو ورثہ کے مال میں وصیت کا حق نہیں ہے جس طرح ورثہ کو ایک تہائی میں میت کو وصیت سے روکنے کا حق حاصل نہیں ہے سنیوں نے اپنی بات کو کرسی پر بیٹھانے کے لئے ایک حدیث بھی گڑھ لی ہے "لا وصیة لوارث " "وارث کے حق میں مرنے والے کو وصیت کرنے کا کا کوئی حق نہیں ہے" علامہ شیخ مفیدؒ نے فرمایا ہے "ھذا حدیث باطل مصنوع" نقاد فن کے نزدیک یہ روایت ثابت نہیں ہے اور کتاب خدا، حدیث سے زیادہ اولیٰ ہے اور قرآن نے صریحی طور پر والدین اور اقربین کے لئے وصیت کا حکم دیا ہے یہ اور بات ہے کہ ثلث (ایک تہائی مال) سے زیادہ میں وصیت نہ کرے بلکہ مستحب یہ ہے کہ مرنے والے کو ثلث میں اپنے ان رشتہ داروں اور طبقہ ثانیہ، ثالثہ والوں کو جن کو ارث نہیں پہنچے گا ان کے لئے وصیت کرے اور محجوب لوگوں (مثلاً پوتے کو کہ جن کا باپ مر گیا ہے) کو وصیت کے ذریعہ نفع پہنچائے۔

سنیوں کا ایک امام، عبد الرزاق صنعانی ہے جس کی کتاب الدر الملتقط ہے اسی کتاب میں صنعانی کہتا ہے جعلی حدیثوں میں سے ایک حدیث یہ کہ جسے لوگ گمان کرتے ہیں کہ رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ عزوجل قیامت کے دن تمام لوگوں کے لئے تجلی کرے گا لیکن ابوبکر کے لئے خاص قسم کی تجلی کرے گا، یہ

https://downloadshiabooks.com/

جعلی حدیث ہے جس کے جعلی ہونے پر سنی علماء نے نص فرمائی ہے اسی طرح یہ قول کہ پیغمبر خداؐ نے فرمایا ہے کہ جبرئیل امین نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ اللہ عزوجل نے جب روحوں کو خلق کیا تو ان میں سے روح ابو بکر کو منتخب کر لیا تھا امام صنعانی اسی طرح کی بے ہودہ روایات کو نقل کرنے کے بعد حق و انصاف کی بات کرتے ہوئے کہتے ہیں "وانا انتسب الیٰ عمر واقول فیه الحق لقول النبی ﷺ، قولوا الحق ولو علیٰ انفسکم او الوالدین والاقربین" میرا سلسلۂ نسب جا کر عمر بن خطاب سے ملتا ہے لیکن پھر بھی میں اس کے بارے میں حق بات بولتا ہوں اس لئے کہ جناب رسول خداؐ کا فرمان ہے کہ حق بات بولو چاہے خود تمہارے اوپر اس کا نقصان ہو یا والدین یا کسی دیگر رشتہ داروں کا۔

حق و انصاف کی بول، اس سنی عالم دین کا شعار ہے وہ اعلان کرتے ہیں کہ میں نسلی عمری ہوں مگر اس کے بارے میں حق بات کہتا ہوں اور حق بات ہر جگہ بولنی چاہیئے چاہے اپنے اوپر ہو یا والدین کے اوپر ہو چاہے قریبی رشتہ داروں پر جائے اس کلی بات کو بیان کرنے کے بعد امام صنعانی کہتے ہیں انھیں جعلی حدیثوں میں سے ایک یہ حدیث بھی ہے "ان اول من یعطی کتابه بیمینه عمر بن الخطاب وله شعاع کشعاع الشمس" کہ سب سے پہلے جس کے داہنے ہاتھ میں نامۂ اعمال کو سونپ دیا جائے گا وہ عمر بن خطاب ہوں گے جن کے جسم سے نکلنے والی روشنی شعاع اور اجالا ویسے ہی ہو گا جس طرح سورج کی کرنیں ہوا کرتی ہیں

https://downloadshiabooks.com/

کسی نے رسول خداؐ سے پوچھ لیا کہ تو پھر ابو بکر کے نور کا کیا حال ہو گا؟ تو رسول خداؐ نے فرمایا "سرقته الملائکة" ابو بکر کے نور کو چور فرشتوں نے چوری کر لیا تھا معاذ اللہ اس طرح کی متعدد روایات کو صنعانی نے اپنی کتاب الدر الملتقط میں نقل کیا ہے اور آخر میں فرمایا ہے کہ اس کے علاوہ بھی جعلیات کی بھرمار ہے۔

جعلیات پر دو تبصرہ

سنیوں کے اماموں کو اس بات کا اعتراف رہا ہے کہ بنی امیہ کی فیکٹری میں حدیثیں تو بہت جعل ہوئی ہیں اس لئے انتخاب کر کے لکھتے تھے احمد حنبل اور بخاری نے بہت ساری حدیثوں کو ٹھکرایا ہے اسی طرح دوسرے محدثین نے بھی کیا ہے اور وہ سب کے سب خوب جانتے تھے کہ دور معاویہ اور دیگر جباران بنی امیہ کے زمانے میں حدیثوں کی کثرت واشاعت کس طرح ہوئی ہے۔

سنیوں کا ایک پیشوا شعبی نے کہا ہے "تسعة اعشار الحدیث، کذبٌ" دس حصوں میں سے نو حصہ احادیث جعلی ہیں یعنی اگر رسول خداؐ سے کل ملا کر ۱۰ لاکھ حدیثیں مروی ہوں تو ان میں سے ۹ لاکھ جعلی ہیں دوسرا سنی پیشوا مشہور سنن والا دار قطنی نے زبردست تعبیر استعمال کی ہے صحیح حدیثِ نبوی کی قلت کے بارے میں وہ کہتے ہیں " ما الحدیث الصحیح فی الحدیث، الا کالشعرة البیضاء فی الثور الاسود" حدیثوں کے درمیان صحیح حدیث کی مثال کالے کلوٹے بیل کی

https://downloadshiabooks.com/

خال پر کہیں کہیں سفید بال کا وجود ہے۔

در حقیقت کالے بیل کے جسم میں مشکل سے کہیں کہیں اکا دکا سفید بال ہوتا ہے دار القطنی نے کیا خوب کہا ہے کہ صحیح حدیث ساری کتابوں میں بس چند بال کے مانند ہیں کالے بیل کے تمام جسم میں کہیں کہیں سفید بال کی طرح۔

قال اللہ تعالیٰ "وبالوالدین احسانا" اس آیت کریمہ کی تفسیر میں امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ "الوالد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی علیہ السلام" اس آیت میں والد سے مراد حضرت محمد مصطفیؐ اور حضرت امیر المومنینؑ ہیں اس بات کو ہمارے پرانے عالم دین جناب فتال نیشاپوری نے اپنی کتاب روضۃ الواعظین میں ذکر فرمایا ہے لیکن یاد رہے کہ یہ آیت وہ آیت نہیں ہے جو سورۂ انعام میں ذکر ہوئی ہے وہاں والدین سے مراد خود انسان کے والدین ہیں اسی طرح سورۂ عنکبوت، سورۂ لقمان اور سورۂ احقاف وغیرہ میں جن والدین کا ذکر ہوا ہے اس سے انسان کے اپنے سگے والدین مراد ہیں۔

علم نسب کی مشہور ترین کتاب عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالبؑ ہے جس کے مصنف علامۂ نسابہ ابن عنبہ داؤدی ہیں سید ابن طاؤوس کے سلسلۂ سند پر گفتگو کرتے ہوئے ان کے جد اعلیٰ جن کو سب سے پہلے طاؤوس کہا گیا یعنی محمد بن اسحاق کی حیات کے بارے میں لکھا ہے "لقب بذلك لحسن وجهه و جماله" ابو

https://downloadshiabooks.com/

عبد اللہ محمد بن اسحاق کو طاؤوس یعنی مور، ان کے چہرے کے حسین و جمیل ہونے کے باعث کہا گیا ہے وہ بڑے خوبصورت اور حسین شکل و صورت کے مالک ہونے کے ناطے طاووس کہلائے اور پھر ان کی پوری نسل کو آل طاؤوس کہا جانے لگا اس خاندان میں سب سے زیادہ مشہور علمی شخصیت علامہ سید رضی الدین حسنی معروف بہ سید ابن طاؤوس کی ہے جن کی کتابیں ہم شیعوں کے یہاں بہت بڑا سرمایہ ہیں۔

جناب محمد بن اسحاق شہر سورا کے نقیب تھے اور ان کی نسل میں بھی نقیب سادات گذرے ہیں اس حسین و جمیل شخص کے باپ کی تاریخ میں ملتا ہے کہ " **کان یصلّی فی الیوم و اللیلة الف رکعة** " جناب اسحاق حسنی ۲۴ گھنٹے میں ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔

سید اسحاق حسنی سید ابن طاؤوس کے جد اعلیٰ ۲۴ گھنٹہ میں ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے کسی کسی دن نہیں روزآنہ اور پھر نیت کیا ہوتی تھی ملاحظہ ہو:" **خمسمأة عن نفسه و خمسمأة عن والده** " ۵۰۰ رکعتیں اپنی جانب سے ۵۰۰ رکعتیں اپنے والد کی طرف سے پڑھتے تھے یہ کوئی معصوم نہیں تھے عام انسانوں کی طرح ایک بزرگوار تھے جو سارے کام کاج کے باوجود ہزار رکعت روزآنہ نماز پڑھنے میں کامیاب ہو جاتے تھے۔

ماں باپ کی عظمت بیان کرنے کے لئے قرآن کی آیتیں اور معصومینؑ کی

https://downloadshiabooks.com/

روایتیں ہونی چاہیئے حضرت امام باقرؑ سے سدیر نے پوچھا اے فرزند رسول خداؐ کیا کوئی بیٹا اپنے باپ کے لئے جزاء فراہم کر سکتا ہے اس کے تئیں ایسا کام کہ جس سے اس کی کچھ خدمات کا صلہ اسی دنیا میں ہو جائے کیا یہ ممکن ہے؟ تو امام محمد باقرؑ نے صاف لفظوں میں انکار کرتے ہوئے دو اہم ترین پہلوؤں پر تاکید فرمائی ہے آپ نے ارشاد فرمایا "لیس له جزاء" ہرگز کوئی بیٹا اپنے باپ کی کسی چھوٹی سی خدمت کی جزاء دینے پر قادر نہیں ہے ہاں اگر کچھ کر سکتا ہے کہ جس سے جزاء کی بو آتی ہو تو یہ ہے کہ اگر باپ اسیر ہو کر غلام بنا کر بیچ دیا گیا ہو تو لڑکا باپ کو خرید کر آزادی فراہم کرے اور اگر باپ مقروض ہو گیا ہو یا مقروض اس دنیا سے اٹھ گیا ہو تو اس کے قرضے کو ادا کرے اس روایت میں دو چیزوں کو ایک منزل میں رکھا گیا ہے کہاں باپ کی اسیری و غلامی کے بعد اس کو خرید کر آزاد کرنا کہاں اس کے قرض کی ادائیگی، اس حکم امام باقرؑ سے قرض کی ادائیگی کی بے پناہ اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کلام امامؑ ملاحظہ ہو فرماتے ہیں "الا فی خصلتین" صرف دو چیزوں کے ذریعہ باپ کی خدمت کی مختصر سی جزاء ہو سکتی ہے بس:

۱۔ "یکون الوالد مملوکاً فیشتریه ابنه فیعتقه" باپ غلام ہو بیٹا خرید کر آزاد کر دے۔

۲۔ "او یکون علیه دین فیقضیه عنه" یا باپ کی گردن پر قرض

https://downloadshiabooks.com/

ہو اور بیٹا اسے ادا کرے۔

علامہ مجلسیؒ نے اس طرح کی روایات نقل کرنے کے بعد ارشاد فرمایا ہے " ان قضاء الدین والاستغفار افضل البرّ بعد الوفاۃ " یعنی والدین کی رحلت کے بعد ان کے قرضوں کو ادا کرنا اور ان کے گناہوں کی مغفرت طلب کرنا ماں باپ کے حق میں مرنے کے بعد سب سے بہترین کار خیر ہے یعنی وہ حقوق الناس اور حقوق اللہ سے اسی صورت میں بچ سکتے ہیں کہ جب بیٹا لائق ہو قرض ادا کر کے حقوق الناس سے ماں باپ کی گلو خلاصی فراہم کرے اور ماں باپ کے گناہوں کی مغفرت کے لئے دعا کر کر کے حقوق اللہ سے ماں باپ کی رہائی کے اسباب فراہم کرے اور یہ دونوں عمل بعض علماء کے نزدیک واجبات میں سے ہیں صرف بڑے بیٹے پر نہیں بلکہ ماں باپ کے قرض کی ادائیگی ساری اولاد پر ہے اسی طرح ان کے لئے مغفرت طلب کرنا سارے بیٹوں بیٹیوں کی ذمہ داری ہے۔

صلۂ رحم کا ایک طریقہ

ماں باپ کے مر جانے کے بعد بھی صلۂ رحم کا سلسلہ جاری رکھا جا سکتا ہے اور وہ طریقہ یہ ہے کہ ماں کی سہیلیوں کو نوازا جائے اور باپ کے دوستوں اور بھائیوں پر کرم کیا جائے حضرت امام رضاؑ فرماتے ہیں "من احبّ ان یصل اباہ فی قبرہ فلیصل اخوان ابیہ من بعدہ " "جو شخص چاہتا ہے کہ اپنے باپ سے

https://downloadshiabooks.com/

صلۂ رحم اس کی قبر میں بھی انجام دے اسے چاہیئے کہ باپ کے بعد باپ کے بھائیوں (دوستوں) سے روابط و صلۂ رحم بر قرار رکھے " سنی روایتوں میں صریحی طور پر "صديق ابيك" مرقوم ہے اور وہ ماں باپ کے اوپر اولاد کے اعمال عرض ہونے کے بھی قائل ہیں یعنی ماں باپ کے سامنے اولاد کے اعمال و کردار پیش کئے جاتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادقؑ کے صحابی ابراہیم بن مہزم نام کے ایک روز شب میں کسی بات پر اپنی ماں سے الجھ جاتے ہیں اور گفتگو میں ماں سے تندی سے پیش آتے ہیں صبح کو نماز کے لئے یا صبح میں ملاقات کے لئے امامؑ کی خدمت میں پہنچتے ہیں جونہی بارگاہ امام صادقؑ میں باریابی ہوتی ہے مولا امام جعفر صادقؑ ابتداً بغیر سوال کے ابن مہزم کو ٹوک دیتے ہیں اور ان کی مادر گرامی کا نام خالدہ تھا نام لے کر ابن مہزم سے کہتے ہیں "يا بن مهزم مالك ولخالدة اغلظت لها البارحة" اے فرزند مہزم! تمہاری ماں خالدہ نے تمہارا کیا بگاڑا ہے کہ تم نے کل رات ان سے تندی کے ساتھ بات کی ہے امام جعفر صادقؑ ماں کی بعض عظمتوں اور خدمتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں اے فرزند مہزم ماں کے ساتھ تندی کرتے ہو " اما علمت ان بطنها منزلاً قد سكنته " کیا تم نہیں جانتے کہ ماں کا شکم ہی تمہاری کچھ مہینوں تک منزل رہا ہے جہاں تم سکونت پزیر رہے ہو ماں کا شکم وہ گھر ہے جہاں تم نے ایسے نازک ایام میں سکونت اختیار کی ہے کہ کوئی اور ان نازک

https://downloadshiabooks.com/

گھڑی اور منزل میں پناہ نہیں دے سکتا ہے اور پھر تم اسی منزل سے الجھ گئے ہو کتنی شرم کی بات ہے۔

روایت سے کہیں یہ نہیں پتہ چلتا کہ ابن مہزم نے ماں کو برا بھلا کہا تھا یا گالی دی تھی معاذ اللہ نہیں ایسا کچھ نہیں کیا تھا صرف ذرا تلخ لہجہ میں ماں سے بول پڑے تھے مگر امام صادقؑ نے از روئے علم امامت ان کی حالت کو درک کیا اور ٹوک دیا کیا امامؑ کو یہ پتہ نہیں رہا ہو گا کہ ہو سکتا ہے ماں ہی کی غلطی رہی ہو مگر امامؑ نے اس موضوع کو چھیڑا ہی نہیں بلکہ صحابی کو ماں کے ساتھ تلخ کلامی پر ٹوک دیا اور ماں کی عظمت کا تذکرہ چھیڑ دیا۔

دوسرا فقرۂ امامؑ ملاحظہ ہو فرماتے ہیں "**وان حجرها مهداً قد اغتريته (قد غمزته) و ثديها وعاء قد شربته**" اور ماں کی آغوش تمہارے لئے جھولا تھی جہاں تم جھول جھول کر پلے بڑھے ہو اور ماں کی چھاتی تمہاری خورد و نوش کا ظرف تھی جس سے تم سیر و سیر اب ہوتے رہے ہو؟ ان جملوں کے سنتے ہی ابن مہزم منقلب ہو گئے اور فوراً مولاؑ کے سامنے بلیٰ کہہ کر اپنی غلطی کا احساس کیا اور پشیمان ہوئے تو مولاؑ نے پھر فرمایا "**فلا تغلظ لها**" خبر دار ماں سے کبھی تندی کے ساتھ گفتگو نہ کرنا، صدر گفتگو میں فرزند مہزم کہتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادقؑ کے ساتھ ہی رات میں ماں کے پاس پہنچا ماں سے گفتگو کے دوران مجھ سے

https://downloadshiabooks.com/

تلخی ہو گئی روایت میں ابراہیم بن مہزم ذکر ہوا ہے اور امام نے یابن مہزم کہہ کر خطاب کیا ہے اور نماز صبح کے بعد امامؑ کی خدمت میں پہنچے تھے مہزم قبیلۂ اسد سے تعلق رکھتے تھے اور رات دیر تک امامؑ کی خدمت میں رہکر ماں کے پاس گئے تھے شاید ماں نے تاخیر سے آنے پر ٹوکا ہو اور ابن مہزم کے کلام میں تلخی آگئی ہو لیکن امام صادقؑ نے ٹوک دیا کہ ماں کے ساتھ تلخ لہجے میں بھی بات کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

تاریخ بشریت کی سب سے پاور فل ماں

ایک لاکھ ۲۹ ہزار ۶۰۰ انواع و اقسام کے کلی علم ہیں یعنی موٹے موٹے اصول وضوابط تمام علوم وفنون کے ۱۲۹۶۰۰ عدد ہیں کسی عارف سے پوچھا گیا کہ کیا کوئی کائنات میں ایسا انسان ہے جو ان تمام اصول وضوابط اور سارے علوم وفنون پر احاطہ رکھتا ہو؟ اس نے کہا کہ نہیں حالانکہ اس عارف کی نظر شاید قرآن کی اس آیت "و کل شئی احصیناہ فی امام مبین" پر نہیں پڑی تھی ورنہ وہ ایسا نہ کہتا بہر حال اس عارف نے کہا کہ نہیں کائنات میں کوئی ایسا نہیں ہے کہ جس نے سارے علوم وفنون پر احاطہ پیدا کر لیا ہو اور جب اس سے اس کی دلیل دریافت کی گئی تو اس نے قرآن کی ایک آیت پڑھی "و ما یعلم جنود ربك الا هو " سارے علوم وفنون، اللہ کے لشکر ہیں اور ساری مخلوق اللہ کی فوج ہے اور اس کی فوج

https://downloadshiabooks.com/

کا شمار اس کے علاوہ کسی کو بھی نہیں ہے سوال کرنے والے کو یہ سن کر بڑا تعجب ہوا تو وہ عارف بولا کہ تم میری اس بات پر تعجب کر رہے ہو" **اقول لك ما هو اعجب منه** " میں تمہیں اس سے بھی زیادہ تعجب خیز بات بتلاؤں؟ اس نے کہا کہ ہاں بتلاؤ وہ بولا اس سے بڑی تعجب خیز بات یہ ہے کہ خدا کا لشکر جس کی کوئی گنتی نہیں ہے، جبرئیل امین جس کی قدرت کی کوئی تھاہ نہیں، پوری پوری بستی کو جبرئیل نے اکیلے ہی" **جعل عاليها سافلها** " الٹ پلٹ کر دیا والا اس کے علاوہ امیر المومنین علیؑ جن کی شجاعت کا دشمن اور شجاعان عرب بھی قصیدہ پڑھتے تھے یہ سب کے سب اپنی پوری طاقت و توانائی صرف کرتے ہیں تب کہیں جا کے وہ سازش ناکام ہوتی ہے جسے سارے مسلمانوں کی ماؤں عائشہ اور حفصہ نے رچا تھا۔

سوال کرنے والے کے دانت کھٹے ہو گئے اس نے اپنی زبان دانتوں میں دبالی اور بولا وہ کیسے؟ تو عارف نے پھر قرآن کی ایک آیت پڑھی "**وان تظاهرا عليه فان الله هو مولاه و جبريل و صالح المومنين و الملائكة بعد ذلك ظهيرا** " اللہ اپنے سارے لشکر کے ساتھ، جبرئیل اپنی پوری طاقت کے ساتھ، ملائکہ اپنی ساری فوج کے ساتھ، صالح المومنین مولائے کائنات اپنی پوری شجاعت و دلیری کے ساتھ، ملائکہ اپنی انگنت تعداد کے ساتھ ایک طرف تھے اور دوسری صف میں رسول خداؐ کی دو پہلوان بیبیاں تھیں میں نہیں کہہ رہا ہوں ابن ابی فتوحات کلیہ میں لکھتا ہے کہ اس عارف نے کہا ہے کہ اگر خداوند متعال اپنی لایزال

قدرت و توانائی کے ساتھ میدان میں نہ آجاتا تو "**ما استطاعت الملائکۃ و المومنون مقاومتہا**" فرشتوں اور پہلوان مومنوں کے بھی بس کی بات نہیں تھی کہ ان کا مقابلہ کر سکتے تاریخ بشریت میں اتنی پاور فل ماں میں نے نہیں دیکھی ہے اس کے بعد ابن عربی گویا قلم توڑ دیتا ہے وہ کہتا ہے خلائق میں علم و دانش کی جس چوٹی پر نبیؐ کی یہ چوٹی والیاں (ٹ پر تشدید نہیں لگا رہا ہوں) تھیں اتنا علم تو حضرت لوط نبی کے پاس بھی نہیں تھا۔

ایک شخص پیغمبر خداؐ کی خدمت میں آکر کہنے لگا کہ یا رسول اللہؐ میرے والدین اس قدر بوڑھے ہو گئے ہیں کہ اب میں ان دونوں کے لئے وہ سارے کام انجام دے رہا ہوں جو وہ میری کمسنی میں میرے لئے کر رہے تھے "**فهل قضيتهما حقهما**" تو کیا میں نے ان دونوں کے حق کو ادا کر دیا ہے؟ پیغمبر خداؐ نے فوراً فرمایا: "**لا**" ہر گز نہیں اس لئے کہ جب وہ تیری کمسنی میں تیرے تمام امور کو انجام دے رہے تھے "**وهما يحبّان بقاءك**" تو ان کی نیت و تمنا یہ تھی کہ تو زندہ رہے اور پروان چڑھے جبکہ تو ان کے جملہ امور کو انجام دے رہا ہے لیکن اس خیال کے ساتھ کہ یہ اس دنیا سے رخصت ہو جائیں نیت، نیت کے فرق سے عمل کا وزن گھٹتا بڑھتا ہے دونوں خدمت ہے مگر زندگی کی تمنا کے ساتھ اور دل میں کہیں نہ کہیں سے ماں باپ کی رخصت کے ساتھ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

https://downloadshiabooks.com/

ایک اور شخص پیغمبر خداؐ کی خدمت میں آکر شکوہ کرنے لگا کہ اے اللہ کے رسولؐ! میری ماں بڑی بد اخلاق اور تند مزاج ہو گئی ہے ہر وقت مجھے پریشان کرتی ہے ڈانٹتی ڈپٹتی ہے برا بھلا کہتی ہے پیغمبر خداؐ نے فرمایا تیری ماں اس وقت تو تند مزاج اور بد اخلاق نہیں تھی جب کہ اس نے تجھے ۹ ماہ اپنے شکم میں اٹھائے رکھا، اس نے پھر کہا اے اللہ کے رسولؐ لیکن وہ اب بہت زیادہ بولتی اور پریشان کرتی ہے بہت برے اخلاق والی ہو گئی ہے پیغمبر خداؐ نے جملہ کو آگے بڑھایا اور فرمایا وہ اس وقت تو برے اخلاق والی بد مزاج نہیں تھی جبکہ اس نے تجھے دو سال تک اپنا دودھ پلایا اور تجھے پروان چڑھایا تھا اس نے پھر کہا اے اللہ کے رسولؐ "انہا سیئۃ الخلق "میری ماں بہت زیادہ بد اخلاق ہے اور برے سلوک کرتی ہے میں عاجز ہوں کیا کروں؟ اس دفعہ پیغمبر خداؐ نے بات کو اور آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا"لم تکن کذالك اسهرت لك لیلها و اظمأت نهارها " وہ بیچاری اس وقت تو ایسے برے اخلاق والی اور برے سلوک والی تو نہ تھی جب وہ تیری خاطر رات رات بھر جاگ جاتی تھی اور دن دن بھر بھوکی یا پیاسی رہ جاتی تھی۔

اگر وہ شخص اس کے بعد بھی اس طرح کا کوئی جملہ بولتا تو یقیناً رسول خداؐ اس کا جواب دیتے لیکن وہ پتہ نہیں کس خیال میں تھا کہ بول پڑا "لقد جازیتها " اے اللہ کے رسول میں نے اس کے احسانات کو چکا دیا ہے اس کی خدمتوں کا تاوان دے دیا ہے اس کے ساتھ نیک سلوک کر کے جبران کر دیا ہے پیغمبر خداؐ نے پوچھا تو

https://downloadshiabooks.com/

نے کیا کیا ہے کہ ایسی بات کر رہا ہے وہ بولا "**حججت بها علیٰ عاتقی** " اے نبی کریمؐ میں نے اسے اپنے کاندے پر بٹھا کر حج کیا ہے اور اسے حج کروایا ہے عرفات، منیٰ، مشعر، صفاو مروہ، طواف کعبہ وغیرہ سب کرایا ہے اپنے کاندھے پر بیٹھا کر، اس سے پہلے کہ وہ آگے کچھ بولتا پیغمبر خداؐ نے ماں کی عظیم الشان خدمت کی عظمت کو آشکار کرتے ہوئے فرمایا"**ما جازیتها و لا طلقةً**"تو نے اس کے دردزہ کی ایک دردو آہ کا بھی جبران نہیں کیا ہے(29)۔

ہمارے ایک شیعہ عالم دین جنہیں ابن ابی جمہور احسائی کہا جاتا ہے چار جلد پر مشتمل احادیث کی کتاب تالیف فرمائی ہے جس میں انھوں نے بہت پیاری پیاری احادیث کو جمع کیا ہے بعض حدیثیں ضرور ضعیف ہیں اور سنی کتب سے لی گئی ہیں لیکن اس کے باوجود اس کتاب میں بہت سی عمدہ احادیث اور ائمہ طاہرینؑ کے زرین کلمات ہیں جن میں سے ایک یہاں ہمارے موضوع سے متعلق ہے۔

جناب رسول خداؐ سے عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول "**ما حق الوالد**"باپ کا حق بیٹے کے اوپر کیا ہے؟ تو جناب رسول خداؐ نے فرمایا"**ان تطیعه ما عاش** " باپ جب تک زندہ رہے اس کی پیروی و اطاعت کرتے رہو یعنی تا حیات اس کا مطیع رہنا، بیٹے اور اولاد پر باپ کا حق ہے۔

29۔ ریاض السالکین: ج۴، ص۶۰۔

https://downloadshiabooks.com/

سائل نے دوبارہ سوال کر لیا کہ "وما حق الوالدة " اور ماں کا اولاد کے اوپر کیا حق ہے ؟ جب مرتے دم تک باپ کی اطاعت اولاد پر فرض وواجب ہے تو پھر ماں کا کیا حق ہے اس کے ساتھ اولاد کو کیسے پیش آنا چاہیئے ؟ تو آنحضرتؐ نے دو مرتبہ کلمۂ ھیھات استعمال کیا جس کا معنی ہے کہ بھلا ماں کا حق کیونکر ادا کیا جا سکتا ہے ؟ رسول خداؐ نے فرمایا " هيهات هيهات لو انه عدد رمل عالج قطر المطر ايام الدنيا قام بين يديها ماعدل ذالك يوم حملته في بطنها " اگر اولاد عالج کے سارے بالو اور بارش کے سارے قطروں کے برابر وہ بھی زندگائی دنیا میں جتنے بارش کے قطرے گریں گے اس کے برابر طولانی زندگی پائے اور ماں کی خدمت میں سراپا کھڑا رہے تب بھی ایام حمل میں ماں نے جو زحمتیں اٹھائی ہیں اس کے برابر نہیں ہو سکتا دوسرے لفظوں میں ماں کی زحمتوں اور خاص طور سے ایام بارداری کے درد وغیرہ کا جبران بالکل ممکن نہیں ہے۔

پیغمبر خداؐ کا یہ فرق بتلانا کہ باپ کی مدت حیات بھر اس کی اطاعت واجب ہے جبکہ ماں کی اطاعت ایام دنیا میں بارشوں کے قطرات اور ساحل عالج کے کثیر بالو کی تعداد کے برابر زندہ رھکر خدمت کرنے سے تعبیر آشکار کرتی ہے کہ ماں کا کس قدر عظیم مرتبہ ہے اور اس کے ساتھ کس قدر نیک سلوک روا رکھنا ہے۔

اگرچہ یہ آشکار ہے کہ ماں کا مرتبہ باپ سے کہیں زیادہ ہے لیکن پھر بھی

https://downloadshiabooks.com/

اصحاب رسول خداؐ اس مسئلہ میں رسول خداؐ سے سوال کرتے ہیں اور معصومینؑ نے حسب مقتضاءِ حال جواب بھی مرحمت فرمایا ہے انھیں روایات میں سے ایک علامہ کراجکی کی کتاب التعریف میں والدین کے حقوق کے وجوب کے بیان میں وارد ہوئی ہے علامہ کراجکی فرماتے ہیں کہ "قد جعل اللہ تعالیٰ حق الام مقدّماً" بلا شبہ اللہ عزوجل نے ماں کے حق کو مقدم رکھا ہے اس لئے کہ ماں کا حصہ اولاد کی حیات میں زیادہ رہتا ہے اور وہ اپنی زندگی میں مددگار کی زیادہ ضرورت مند ہے اور اس نے اولاد کے سلسلہ میں زیادہ زحمت اٹھائی ہے روایت میں وارد ہوا ہے کہ جناب رسول خداؐ سے کسی نے سوال کیا "یا رسول اللہ ایّ الوالدین اعظم؟" ماں باپ میں سے سب سے زیادہ عظیم حق کس کا ہے؟ تو آنحضرتؐ نے فرمایا "التی حملته بین الجنبین، وارضعته بین الثديين و وضعته بين الفخذين و فدته بالوالدين"[30] "ماں باپ میں سے جس نے اپنے پہلوؤں میں انسان کو اٹھائے رکھا، اپنی دونوں چھاتیوں سے دودھ پلایا اور اپنی آغوش میں پروان چڑھایا اور اپنے ماں باپ کو وار کرتی رہی ہے" یعنی ماں کا حق بچوں پر باپ سے کہیں زیادہ ہے جس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا ہے۔

رجاء بن حیات نامی شخص رسول خداؐ کے صحابی معاذ کے پاس تھا اس کا باپ

30۔ عوالی اللآلی: ج۱، ص۲۶۹۔

https://downloadshiabooks.com/

حیات بھی ساتھ تھا کہ معاذ نے باپ سے کہا کہ اے حیات یہ کون ہے ؟ حیات نے کہا یہ میرا بیٹا رجاء ہے معاذ نے کہا کہ کیا تم نے اسے قرآن کی تعلیم دی ہے حیات نے کہا نہیں ایسا نہیں کر سکا تو معاذ نے کہا اس کو قرآن کی تعلیم ضرور دو اس لئے کہ میں نے خود جناب رسول خداؐ سے سنا ہے کہ " ما من رجل علّم ولده القرآن الا توّج ابواه یوم القیامة بتاج الملك " کوئی بھی شخص اپنے لال کو قرآن کی تعلیم نہیں دے گا مگر یہ کہ بروز قیامت اس کے ماں اور باپ دونوں کو بادشاہی کے تاج سے مزین کیا جائے گا " و کسیا حلتین لم یر الناس مثلهما " اور اس کے والدین کو دو ایسے حلے پہنائے جائیں گے کہ جس کی مانند لوگوں نے حلے کبھی نہیں دیکھے ہوں گے۔

یہ تو معاذ کا حیات (باپ سے) خطاب تھا کیونکہ باپ کے فائدہ کی بات تھی معاذ نے باپ کو مخاطب قرار دے کر رسول خداؐ کی حدیث بیان فرمائی اس کے بعد معاذ رجاء یعنی بیٹے کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے کاندھے پر ہاتھ مار کر معاذ نے کہا " یابنی اذا استطعت ان تکسو ابویك یو م القیامة حلیتین فافعل " اے میرے لال اگر تم میں استطاعت پائی جاتی ہے کہ تم اپنے ماں باپ کو روز قیامت دو حلے پہنچا سکو تو تم ایسا کر ڈالو یعنی قرآن کی تعلیم ضرور حاصل کرو۔

اس روایت میں ماں باپ کی تعظیم و تکریم کا پہلو یہ ہے کہ بیٹے قرآن کی

https://downloadshiabooks.com/

تعلیم حاصل کریں گے تو ان کے والدین کو حلے اور تاج سے نوازا جائے گا قرآن کی تعلیم کی بڑی تاکید معصومینؑ نے بھی فرمائی ہے لہذا پہلے تو ماں باپ کو اولاد کے لئے قرآن کی تعلیم کے اسباب فراہم کرنا چاہیئے اور اگر کسی وجہ سے ماں باپ یہ کام نہیں کر سکے تو اولاد کو چاہیئے کہ قرآن کی تعلیم حاصل کر کے اپنے ماں باپ کو بروز قیامت سرخرو کر دیں تاکہ انھیں تاج پادشاہی اور حلہ ٔبہشتی سے نوازا جائے[31]۔

ماں باپ کی عظمت ہر آسمانی دین وملت میں اجاگر کیا گیا ہے مگر جس قدر اسلام نے اہتمام برتا ہے کسی مذہب میں اتنا اہتمام واحترام ماں باپ کی نسبت نہیں ملتا اگرچہ اس ملت کے لوگ دکھاوا یہی کرتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں ماں باپ کا احترام بہت ہے۔ علامہ جعفر عباس الحائری صاحب کتاب "بلاغة الامام علی بن الحسینؑ" اپنی اسی کتاب میں فرماتے ہیں کہ علامہ جواد مغنیہ نے مصر ،لبنان ، فلسطین کے بہت سے علماء کی خدمت میں صحیفہ ٔسجادیہ ھدیہ کی ایک روز انھوں نے مارونی اسقف جس کا نام بولس معوشی تھا ایک نسخہ ہدیہ کیا چند روز کے بعد اس اسقف نے علامہ مغنیہ کا بڑا شکریہ ادا کیا علامہ مغنیہ نے پوچھا کہ تمھیں اس صحیفہ میں کیا چیز اس قدر جاذب نظر آئی کہ جس کی وجہ سے تم میرا شکریہ ادا کر رہے ہو تو اس نے جواب میں کہا "دعاء الامام لابویه "[32] جس وقت میں نے اس

31۔ مجمع البیان مقدمہ: ص ۳۳۔

32۔ صحیفہ ٔسجادیہ کی ۲۴ویں دعا جس کی شرح وتبیین پر مشتمل یہ کتابچہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔

https://downloadshiabooks.com/

دعا کو پڑھا تو اس دعاء نے میرے وجود میں بہت شدید و عمیق اثر کیا اور اسی تاثر کے باعث میں تمہارا اس قیمتی ھدیہ پر شکریہ ادا کرتا ہوں۔

والدین کی دعا بیٹے بیٹی کے حق میں بہت اثر رکھتی ہے اور عمر میں اتار چڑھاؤ والدین کے ساتھ بد سلوکی یا خوش اخلاقی کے تحت ہوتا رہتا ہے جو انسان اس دنیا میں زیادہ دن جی کر چاہتا ہے کہ اعمال خیر، کثرت سے انجام دے اسے چاہیئے کہ ماں باپ اگر موجود ہیں تو ان کے ساتھ بہتر سے بہترین سلوک کرے ان کے اوپر عنایت و توجہ زیادہ سے زیادہ کرے اور اگر اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں تو پھر اسے چاہیئے کہ ان کے حق میں کارہائے خیر کا سلسلہ برقرار رکھے کہ اس طرح اس کی عمر میں اضافہ ہوگا اور اس کی زندگی میں آسانیاں پیدا ہوں گی۔

جناب امام جعفر صادقؑ کے ایک صحابی میسر نام کے تھے ان سے خطاب کر کے امامؑ نے متعدد بار گفتگو فرمائی ہے ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ امامؑ نے میسر سے فرمایا کہ تمھیں نہیں پتہ کہ تم کئی مرتبہ موت کے منھ سے باہر نکل آئے ہو وہ بیمار نہیں ہوتے تھے وہ میدان جنگ میں تیر و تلوار کی زد پر نہیں گئے تھے بلکہ عادی زندگی گذار رہے تھے مگر کئی مرتبہ ملک الموت نے انھیں معاف کر دیا اور مرتے مرتے بچ گئے اس کی وجہ قریبی رشتہ داروں سے اچھا سلوک اور بہترین برتاؤ تھا۔

امام جعفر صادقؑ کے الفاظ ملاحظہ ہوں فرماتے ہیں "یا میسر قد حضر

https://downloadshiabooks.com/

أجلك غير مرة و لا مرتين " اسے میسر تمہاری موت کا وقت صرف ایک یا صرف دو مرتبہ نہیں آیا ہے بلکہ متعدد بار ملک الموت تم سے واپس ہوئے ہیں اور خدا نے تمہیں مہلت دی ہے اور مزید زندگی عطا کر دی ہے جانتے ہو ایسا کیوں ہوا ہے؟ " كل ذلك يؤخر الله اجلك" ہر بار خدا نے تمہاری موت کا وقت آگے بڑھا دیا ہے "لصلتك قرابتك " صرف وجہ یہ رہی کہ تم نے اپنے رشتہ داروں سے اچھے تعلقات رکھے ان سے مل ملا کر رہے ان کے ساتھ بہترین سلوک کرتے رہے ہو اس لئے اللہ نے تمہاری موت کا وقت بار بار موخر کیا ہے "وان كنت تريد ان يزاد في عمرك فبرّ شيخيك يعني ابويه " اور اگر تم مزید زندگی کے خواہاں ہو تو سنو اپنے دونوں بزرگوں کے ساتھ نیکی کا سلوک روا رکھو امامؑ کی مراد دو بزرگواروں سے میسر کے والدین تھے۔

اس کلام امامؑ سے آشکار ہے کہ نہ صرف رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے آئی ہوئی موت ٹل جاتی ہے بلکہ والدین کے ساتھ نیکی کا برتاؤ عمر دراز کر دیتا ہے. جی ہاں ماں باپ سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہیں مگر ان کے علاوہ قریبی رشتہ داروں سے نیک سلوک اور اچھا لین دین رکھنے سے بھی عمر میں اضافہ ہوتا ہے پیغمبر خداؐ حضرت محمد مصطفیؐ ارشاد فرماتے ہیں " صلة الرحم تزيد في

https://downloadshiabooks.com/

العمر "رشتہ داروں سے اچھا برتاؤ، نیک سلوک عمر میں اضافہ کر دیتا ہے[33]۔

انبیا الٰہیؑ کی تبلیغی سر گرمیوں میں سے ایک اور کمال انسانی تک پہنچانے کے طریقوں میں سے ایک، دعا و نیایش کا طریقہ ہے دعا کی حالت میں بندہ در حقیقت اپنے شوق و عقیدت کو اللہ عزوجل سے اظہار کرتا ہے اور اللہ کی لامتناہی ذات سے متصل ہو جاتا ہے گویا ایک لق و دق صحراء میں بارش کے ایک قطرہ کا نازک و نا قابل ذکر وجود دعا کی حالت میں اتھاہ سمندر سے متصل ہو کر ایک قطرہ کے بجائے لامتناہی سمندر بن جاتا ہے حالت دعا میں انسان مادی سطح سے اٹھ کر معنوی لامحدود فضاؤں میں اڑنے لگتا ہے اور خاکی بوجھ کو اتار کر نوری و روحی اور معنوی چادر اوڑھ لیتا ہے۔

یقیناً انسان بھرپور فقر و فاقہ والے وجود کا نام ہے جو حالت دعا و عبادت میں اس غنی مطلق قادر مطلق اور پروردگار خلائق کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور دعا و نیاز کی ریسمان کے ذریعہ فقر و تنگدستی کا غنی و ثروت سے رشتہ و بندھن بندھ جاتا ہے، عبودیت اور ربوبیت کے درمیان ناطہ قائم ہو جاتا ہے اور انسان کمزوری سے قدرت، نقص سے کمال کی طرف کوچ کر جاتا ہے اور نظر عنایت الٰہی اور کرم و بخشش پروردگار اس کے شامل حال ہو جاتی ہے اور ناچیز قطرہ بحر بے کراں سے ملحق ہو جاتا ہے یہ الحاق، یہ اتصال، یہ ناطہ اور یہ ربط و ضبط ہمیشہ برقرار رہنا چاہیئے ورنہ

33۔ الدعوات الراوندی: ص ۱۲۶۔

https://downloadshiabooks.com/

قدرت نے صاف لفظوں میں دھمکی بھرا اعلان کر دیا ہے کہ "قل ما یعبأ بکم ربی لولا دعائکم "اے ہمارے نبی آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر تمہاری دعائیں اور نیایش و نیاز نہ ہوتی تو میرا پروردگار تمہیں کبھی نظر میں نہ لاتا اور اسے تمہاری کوئی پرواہ نہ ہوتی یہ تمہاری دعائیں اور مناجاتیں ہی باعث بنی ہیں کہ خداوند متعال تمہارے اوپر نظر کرم کرتا رہتا ہے۔

اللہ کے مطلوب امور میں سے ایک جسے وہ اپنے ہر بندہ کے لئے خواہاں ہے اگرچہ وہ بے نیاز ہے مگر بندوں پر کرم و بخشش کا بہانہ چاہتا ہے ایک یہ ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ اسے پکارا جائے اس سے مانگا جائے اس سے طلب کیا جائے تاکہ وہ عطاؤں کی بارش کر دے حاجتوں کو پورا کر دے سلیقہ سے مانگ کر بندہ دیکھے تو سہی وہ دینے میں دریغ نہیں کرتا وہ بندوں پر ان کے شفیق ماں باپ سے بھی زیادہ رؤوف و مہربان ہے مگر دعا نہ کرنے والوں سے بیزار ہے بلکہ ان کو اس نے دھمکی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے " ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین "جو لوگ اس کے بندوں میں سے اس کی عبادت سے اور اس کو پکارنے سے گریز بلکہ تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب جہنم میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جائیں گے۔

نبی کریمؐ اور ائمہ طاہرینؑ اور اولیاء الٰہی نے ہمیں دعا کرنے کی بڑی نصیحت

https://downloadshiabooks.com/

کی ہے خدا کے بعد ہماری نسبت شفیق و مہربان ، معصومینؑ ہیں ان شفیق و مہربان ذوات مقدسہ نے اپنی حدیثوں میں ہمیں کثرت سے دعا کرنے ، آداب دعا، سلیقۂ نیایش اور کثرت سے بارگاہ خداوندی میں سر نیاز خم کرنے کی تلقین کی ہے خود بھی انھوں نے خوب خوب دعائیں کی ہیں اور اپنے چاہنے والوں کو بھی بے شمار دعائیں تعلیم دی ہیں۔

ریاض العارفین فی شرح صحیفۃ سید الساجدین تالیف محمد بن محمد دارامی کی تحقیق جناب علامہ حسین درگاہی نے کی ہے اور تعلیقہ آیت اللہ شیخ محمد تقی شریعتمداری نے لگایا ہے اور تفصیلی مقدمہ شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری کے پر پوتے علامہ سید علی بن سید علاء الدولۃ بن ضیاء الدین بن نور اللہ الحسینی المرعشی نے تحریر فرمایا ہے جو کہ مؤلف کے شاگرد تھے اور مؤلف شیخ بہائی کے بھی شاگرد تھے مگر ۱۰۶۲ھ میں ہندوستان چلے گئے تھے سورت میں قیام تھا۔

جناب سید علی مرعشی شوستری نے پہلے استاد کی خدمت میں گذارش کی کہ حضور اس عظیم کتاب کا بہترین مقدمہ بھی ہونا چاہیئے تاکہ وہ مقدمہ آئینہ معانی قرار پائے تو استاد نے حکم دیا کہ یہ کام آپ کو کرنا ہے مجبوراً سید علی حسینی نے مقدمہ تحریر کیا جو پڑھنے لائق ہے اور استاد کے ساتھ شاگرد کی عظمتوں کا پتہ دیتا ہے۔

بیٹیاں باپ کو بہت عزیز ہوتی ہیں ماں باپ سبھی بچوں کو چاہتے ہیں لیکن

https://downloadshiabooks.com/

بچیوں سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں اور خاص طور سے اچھی بچی ننھی سی پیاری سی ہو تو پھر جنون کی حد تک باپ اس سے محبت کرتا ہے حضرت امام سجادؑ کے معتبر صحابی جو امام باقرؑ اور امام صادقؑ کے بھی صحابی تھے اور حضرت امام جعفر صادقؑ کے زمانہ میں کافی سن رسیدہ ہو چکے تھے خود بیان کرتے ہیں کہ میری ایک چھوٹی سی بچی تھی ایک بار لڑکھڑا کر گر پڑی تو اس کا ایک ہاتھ ٹوٹ گیا میں اسے ایک طبیب کے پاس لے گیا اس نے بچی کا ہاتھ تھاما اور معائنہ کرنے کے بعد کہنے لگا ہاتھ ٹوٹ گیا ہے اسے پلاسٹر لگانا ہوگا یہ کہہ کر وہ اپنے گھر کے اندر گیا تاکہ پلاسٹر کے سامان لا کر بچی کے ہاتھ کو پلاسٹر کرے بچی شدت درد سے روتی چلی جارہی تھی یہ دیکھ کر "فدخلتنی رقة علی الصبیة فبکیت و دعوت" مجھ سے برداشت نہ ہوا اور بچی کی بے کلی پر میرا دل تڑپ اٹھا اور میری آنکھوں سے بھی آنسو ابل پڑے اسی دوران میں نے بارگاہ خداوندی میں بچی کی سلامتی کے لئے دعا کی کہ اتنے میں طبیب پلاسٹر کا سامان لے کر آگیا اور پھر بچی کا ہاتھ تھام کر پلاسٹر لگانا چاہا لیکن دیکھتا ہے کہ بچی کے ہاتھ میں کچھ ہوا ہی نہیں ہے وہ غور سے دوبارہ معائنہ کرتا رہا اور بولا "ما بها شئی" اسے کچھ ہوا ہی نہیں ہے اور پھر بچی خاموش ہو گئی اور اس کا درد جاتا رہا میری بھی کچھ سمجھ میں نہیں آیا حالانکہ ہاتھ ٹوٹا ہوا تھا اور طبیب نے بھی ہاتھ ٹوٹنے کی تشخص دیکر پلاسٹر کے سامان مہیا کئے تھے میں گھر واپس آیا اور بچی بالکل ٹھیک ہو گئی چند روز کے بعد میں حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں پہنچا اور مولا سے پورا واقعہ بیان

https://downloadshiabooks.com/

کر دیا حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا " یا ابا حمزة وافق الدعاء الرجا فاستجیب لك فی اسرع من طرفة عین " اے ابو حمزہ تمہاری دعا خدا کی رضا سے ہماہنگ ہو گئی اور تمہاری دعا پلک جھپکنے سے پہلے ہی قبول ہو گئی تعجب نہ کرو انسان رقت قلب یعنی ٹوٹے دل کے ساتھ جب دعا کرتا ہے تو مشیئت الٰہی وجد میں آ جاتی ہے اور دعائیں قبول ہو جاتی ہیں ابو حمزہ ثمالی بچی کی چیخ پکار کے سامنے رو پڑے انکا دل بھر آیا اور دعا کی تو مستجاب ہو گئی اور بچی کا درد جاتا رہا[34]۔

معصومینؑ روحانی باپ ہیں

بعض محدثین اور متکلمین نے غلو و ارتقاع کے سلسلہ میں حکم لگانے میں جلدی کی ہے بلکہ افراط سے کام لیا ہے اور نہ جانے کتنے اصحاب ائمہؑ کو غالی سمجھ لیا ہے حالانکہ بیچارے ان کا کوئی قصور نہیں تھا بلکہ انھوں نے جو کچھ ائمہ طاہرینؑ سے سنا اسے نقل اور بیان کیا ہے محدثین و متکلمین نے نہ جانے کتنے خطبوں اور معجزات کو صرف اس لئے نکار دیا ہے کہ ان کی کوتاہ فکری میں سمانہیں رہا تھا صاحب لوامع نے انھیں اپنی تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور فرمایا ہے کہ " لیس ذالك الا لقصورهم عن معرفة الائمة علیهم السلام " یہ ان علماء کی کوتاہ فکری اور معرفت ائمہؑ میں کوتاہی کی بنیاد پر ہوا ہے وہ ائمہ طاہرینؑ کے غرائب احوال اور

34۔ اختیار معرفۃ الرجال: ج ۲، ص ۴۵۶۔

https://downloadshiabooks.com/

عجائب شان کو سمجھنے میں کوتاہی کر بیٹھے ہیں، کائنات کی ہر شئی ان کی تابع فرمان ہے اور یہ بات زمانۂ ائمہؑ میں موجود شیعوں اور اصحاب ائمہؑ کو بھی باور تھی وہ اس سلسلہ میں یقین کامل رکھتے تھے بطور نمونہ یہ واقعہ سن لیں۔

حضرت امام حسینؑ کے ایک صحابی جن کا نام عبد اللہ بن شداد تھا وہ مریض تھے اور ان پر تپ کا غلبہ تھا حضرت امام حسینؑ کو پتہ چلا تو آپ ان کی عیادت کے لئے ان کے گھر تشریف لے گئے حضرت امام حسینؑ کی ادھر آمد ہوئی ادھر عبد اللہ بن شداد کے اوپر سے تپ ایسے ٹل گیا جیسے کہ آپ کو تپ و بخار تھا ہی نہیں، سلام و جواب سلام کے عبد اللہ بن شداد امام حسینؑ سے کہنے لگے " **قد وصیت بما اوتیتم به حقاً** "مولا میں آپ کے تمام اختیارات اور خدا کی طرف سے عطا شدہ امور کا اقرار و اعتراف کرتا ہوں اور سب پر ایمان کامل رکھتا ہوں خوش ہوں کہ مجھے ایسے امام ملےؑ ہیں" **و ان الحمیٰ لتھرب منکم** " کہ جن کو دیکھ کر تپ بھی فرار کر جاتا ہے کوئی یہ تصور نہ کرے کہ عبد اللہ بن شداد مبالغہ سے کام لے رہے تھے نہیں بلکہ حقیقت بتلا رہے تھے کہ تپ بھی آپ لوگوں کو دیکھ کر بھاگ جاتی ہے اور میں بالکل ٹھیک ٹھاک ہو گیا ہوں لہذا امام حسینؑ نے بخدا قسم کھا کر فرمایا" **و اللہ ما خلق اللہ شیئاً الا و قد امرہ بالطاعۃ لنا** " بخدا اللہ نے کوئی ایسی شئی خلق ہی نہیں فرمائی ہے کہ جس کو ہماری اطاعت کا حکم نہ دیا ہو ہماری اطاعت کائنات کی ہر شئی پر واجب ہے اب یہ اور بات ہے کہ حکم و دستور خدا پر عمل پیرا ہو کر کون

https://downloadshiabooks.com/

اطاعت اہل بیتؑ کرتا ہے یہ اس کا مقدر اور شرف ہے اور ان کی نافرمانی کر کے خدا و معصومینؑ کا نافرمان بن جاتا ہے یہ اس کا مقدر ہے۔

حضرت امام حسینؑ کا یہ مطلق کلام کہ خدا نے کوئی بھی ایسی شئ پیدا نہیں کی ہے کہ جسے ہماری اطاعت کا حکم نہ دیا ہو اس عموم گفتار میں شیطان و جنات اور تمام اشیاء سب شامل ہیں اطاعت کون کرتا ہے اور کون نہیں یہ اس کا مقدر اور توفیق ہے تپ نے امامؑ کو دیکھ کر عبد اللہ بن شداد کا جسم چھوڑ دیا اور وہاں سے چلتی بنی، افسوس ہے کہ بعض بزرگان نے ائمہ طاہرینؑ کے معجزات پر انگلی اٹھائی ہے یہ ان کی کوتاہ فکری ہے کہ ملائکہ کے سلسلہ میں یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ہوا فرشتوں کے تابع ہے بادل فرشتوں کے تابع ہے موت و حیات پر فرشتوں کو اختیار دیا گیا ہے اس کے بعد ائمہ طاہرینؑ جو ہمارے یہاں اجماع ہے کہ فرشتوں سے افضل و برتر ہیں ان کے بعض اختیارات و تصرفات کو غلو و تفویض سمجھتے ہیں!

یاد رہے کہ ان فقروں میں اگر چہ سگے والدین اور جسمانی والدین کی عظمت کو بہت زیادہ اجاگر اور حد درجہ انس کے ساتھ اچھے سلوک کے پہلو کو نمایاں کیا گیا ہے لیکن اس بھی بڑھ کر روحانی والدین معنوی ماں باپ حضرات ائمہ طاہرینؑ کی تعظیم و تکریم ہونا چاہیئے کہ جسمانی ماں باپ ناراض رہیں مگر روحانی ماں باپ راضی رہیں تو وہ جسمانی ماں باپ کو بھی راضی کر والیں گے اور بیڑا پار ہو جائے گا لیکن اگر روحانی ماں باپ اور معنوی والدین حضرت رسول خداؐ حضرت علی مرتضیٰؑ حضرت

https://downloadshiabooks.com/

فاطمہ زہراؑ حضرات حسنینؑ وبقیہ ائمہ طاہرینؑ ناراض ہو گئے تو پوری دنیا قدموں میں ہو بے فائدہ ہے خدا بھی راضی نہیں ہو گا۔

یہ بھی جان لیں کہ ماں باپ کی عظمت کس قدر ہے غیر معصوم کو کوئی اندازہ نہیں ہے اسی طرح یہ بھی جان لیں کہ ہمارے سگے ماں باپ یعنی جسمانی ماں باپ میں روحانی ماں باپ اور معنوی والدین کے درمیان اتنا ہی فرق اور فاصلہ ہے جو فرق و فاصلہ جسم اور روح میں ہوا کرتا ہے ہم اپنے والدین کے سلسلہ میں کس قدر احکام کے پابند کئے گئے ہیں کتنے حقوق ہمارے ذمہ لگائے گئے ہیں ان سب کے باوجود جو حق اور جو دستور خدا نے ہمیں حضرات ائمہ طاہرینؑ کے بارے میں دیا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ، بلند مرتبہ ،شدید و سخت اور اہم دستور و حقوق ہے خداوند متعال ہمیں اپنے جسمانی ماں باپ کو بھی خوش رکھنے کی اور معنوی وروحانی ماں باپ کو بھی خوش رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تبرا۔رسالت پناہ

کتاب جامع الاخبار اگر چہ مؤلف کے لحاظ سے اختلاف آراء کا شکار ہے کہ اس کے مؤلف علامہ محمد بن محمد شعیری ہیں یا علامہ سبزواری یا کوئی اور بزرگ شخصیت لیکن اس کے مندرجات ہماری کتابوں سے ماخوذ ہیں اور اس کتاب میں گراں قدر حدیثیں بہترین ترتیب و تنظیم کے ساتھ جمع کی گئی ہیں اور علم اخلاق کے

https://downloadshiabooks.com/

عنوان سے بعض علمی حلقوں میں پڑھائی جاتی رہی ہے اور کاش کہ یہ کتاب نظام حوزہ کا حصہ باقی رہے بہر حال یہ کتاب اپنے مستویٰ و مطالب کے لحاظ سے بہت اچھی کتاب ہے اس کتاب کے صفحہ ۱۰۶ پر والدین کی نسبت رسول خداؐ سے تبراء کا تذکرہ ہے اور بڑی سخت روایت والدین کی نسبت جناب رسول خداؐ نے بیان فرمائی ہے یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب آنحضرتؐ کی خدمت میں چند اصحاب تشریف فرما تھے کہ ادھر سے چند بچوں کا گذر ہوا آنحضرتؐ کی نگاہ ان بچوں پر پڑی تو آپ نے ارشاد فرمایا: "ویلٌ لاولاد آخر الزمان من آبائهم " آنے والے زمانے کے بچوں پر ویل ہو اور یہ بلائیں خود ان کے آباء واجداد کی طرف سے بچوں پر پڑیں گی اصحاب میں سے کسی نے سوالیہ انداز میں کہہ دیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ آپ مشرک ماں باپ کے سلسلہ میں فرمارہے ہیں نا تو آنحضرتؐ نے فرمایا: "لا، من آبائهم المومنین" نہیں یہ میں ان بچوں کی بات کر رہا ہوں کہ جن کے ماں باپ مومن ہوں گے وہ اپنے بچوں کی بد بختی کا سبب بنیں گے اور اس کی وجہ یہ ہو گی کہ:

۱۔ لا یعلّمونهم شیئاً من الفرائض" وہ اپنے بچوں کو واجبات کی تعلیم نہیں دیں گے انھیں نہیں بتلائیں گے کہ شریعت میں ان کے اوپر کیا کیا چیزیں واجب و فریضہ قرار دی گئی ہیں جس کی وجہ سے وہ جاہل اور دین سے بیگانہ ہوتے چلے جائیں گے ماں باپ کی تعلیمِ فرزندان میں کوتاہی کی وجہ سے بچے بے دین ہو جائیں گے۔

https://downloadshiabooks.com/

۲۔ اور اگر ان کے بچے کچھ فرائض و واجبات کو دوسرے راستے سے یعنی ماں باپ کے علاوہ کسی دوسرے وسیلہ سے سیکھ لیں گے اور اس کے مطابق عمل پیرا ہونا چاہیں گے تو خود ماں باپ انھیں ان فرائض کی ادائیگی اور واجبات سے منع کریں گے بلکہ اس کے عوض انھیں معمولی دنیاوی مال و دولت کی کمائی پر لگا دیں گے اور اس طرح انھیں شریعت سے دور اور دین سے بے گانہ بنا دیں گے۔

جناب رسول خداؐ مومنین پر مومنین کے بچوں کو خود والدین کے ذریعہ تباہی و بربادی کی طرف لے جانے کی وجہ سے بد دعا کرتے ہیں اور ایسے ماں باپ اور ان کے بچوں سے بیزاری کا اعلان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "**فانا منهم بریٌ وهم منی برائٌ**" ایسے بچے اور ایسے ماں باپ سے میں بیزاری و نفرت کا اعلان کرتا ہوں اور ان سے دوری اختیار کرتا ہوں اور وہ بھی مجھ سے بیزار ہوں گے یعنی میرے بتائے ہوئے راستہ پر نہ چلنے کی وجہ سے عذاب کا شکار ہوں گے اور پھر مجھے کوسیں گے۔

https://downloadshiabooks.com/

مؤلف کے دیگر آثار

۱	سفط المعرفہ ۳،۲،۱،عربی محاضرات، مطبوع	۲	فقہ العقیدہ، دفتر اول، عربی محاضرات، مطبوع
۳	سفیر ولایت علیؑ، تالیف، مطبوع	۴	احکام خاک شفاء، تالیف، مطبوع
۵	آخری پھول، دفتر ۳، ۲، ۱ تالیف، مطبوع	۶	خوشبوئے بلاغت، دفتر اول، تالیف، مطبوع
۷	ارمغان کشمیر، دفتر اول، تالیف، مطبوع	۸	سربراہ مسلمین، جلد /۱، ترجمہ، مطبوع
۹	مروان در میزان قرآن ،تالیف، غیر مطبوع	۱۰	معارف آل عمران، تالیف، غیر مطبوع
۱۱	نہج الرشاد(توضیح المسائل)،ترجمہ ،مطبوع	۱۲	مرثیہ شریف کاشانی،ترجمہ، مطبوع
۱۳	علم وحکمت،ترجمہ، مطبوع	۱۴	نصائح وتجارب،ترجمہ، مطبوع
۱۵	سلطان العرب والعجم،ترجمہ، غیر مطبوع	۱۶	عقیدہ موت کے تربیتی آثار،ترجمہ، مطبوع
۱۷	سربراہ خواتین، ترجمہ، مطبوع	۱۸	حکمت جاودانی،ترجمہ، مطبوع
۱۹	مواعظ شافیہ،ترجمہ، غیر مطبوع	۲۰	آفاق ولایت، ترجمہ، مطبوع
۲۱	سربراہ انسانیت، ترجمہ، غیر مطبوع	۲۲	طرفدران معاویہ کو نصیحت،ترجمہ، مطبوع
۲۳	شفاء در تربت کربلا، ترجمہ، مطبوع	۲۴	حج وعمرہ، ترجمہ، مطبوع
۲۵	سنہرا خط، ترجمہ، مطبوع	۲۶	دروس العقائد، جلد /۱، تالیف، مطبوع
۲۷	مصلح اعظم،ترجمہ، غیر مطبوع	۲۸	خدا کا مہینہ،ترجمہ، مطبوع
۲۹	شکستہ نگینوں کا دیدار، تالیف، مطبوع	۳۰	مظلوم نامہ(امام حسینؑ کون ہیں) ، تالیف ، مطبوع

https://downloadshiabooks.com/